دیوانِ قربی

حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی

۱۱۱۴ھ - ۱۱۸۲ھ

مرتبہ

پروفیسر سید محمد فضل اللہ صاحب ایم۔ اے۔ ایل ٹی
استاد شعبۂ اردو، فارسی، عربی
سری وینکٹیشورا یونیورسٹی، تروپتی

ناشر

مہتاب عدنی
مہتاب منزل (گاندھی نگر)
تروپتی (آندھرا پردیش)

مطبوعہ

اعجاز پرنٹنگ پریس
پریس لین، چھتہ بازار
حیدرآباد دکن

دفعہ اول ۱۹۶۴ء

قیمت دو روپے پچاس پیسے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ ادبیات اردو، ایوان اردو،
خیریت آباد، حیدرآباد دکن

۲۔ کتاب گھر، میل وشارم، شمالی ارکاٹ

۳۔ مکتبہ جامعہ، پرنسس اسٹریٹ بمبئی۔

۴۔ اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

پیش لفظ

از

پروفیسر سید محمد، پرنسپل اردو کالج حیدرآباد

حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی ۱۱۱۸ھ - ۱۱۸۲ھ اپنے وقت کے بہت بڑے صوفی بزرگ، عالمِ باعمل اور اردو فارسی اور عربی کے بلند پایہ مصنف تھے۔ آپ کے دامنِ تربیت میں حضرت باقر آگاہ اور عبداللطیف ذوقی جیسے بلند پایہ شاعر اور ادیب پرورش پاکر اپنے دور میں اردو ادب کے ممتاز شاعر کہلائے۔ حضرت قربی نے قوم کی اصلاح اور دینی تربیت کے لئے عربی اور فارسی میں مختلف دینی مسائل پر کئی رسالے لکھے۔ اس سے قطع نظر آپ نے فارسی اور اردو میں اشعار بھی کہے۔ آپ کا اردو دیوان جو ایک عرصے سے نایاب تھا، پروفیسر سید فضل اللہ صاحب کی سعیِ بلیغ سے منظرِ عام پر آرہا ہے۔

دولت عادل شاہیہ کی ادب نوازی اور علم پروری کی وجہ سے ملک کے مختلف حصوں کے بزرگانِ دین، صوفیائے کرام، شعرا و مصنفین

بیجاپور میں جمع ہو گئے تھے۔ ان کی بدولت بیجاپور ایک مدت تک علم و ادب کا بڑا مرکز بنا رہا اور سلوک و معرفت اور علم و حکمت کا ایک فیضانِ عام تھا جو یہاں سے جاری تھا۔ گیارویں صدی ہجری کے آخری دہے میں اس سلطنت کو ایسا زوال آیا کہ علم و ادب کا یہ شیرازہ بکھر گیا۔ ملک کے حالات دن پر دن ابتر ہونے لگے۔ سیاسی افراتفری اور معاشی بحران نے سینکڑوں علم دوست خاندانوں کو ترکِ وطن اور ہجرت پر مجبور کر دیا۔ صاحب کمال لوگ بے حال ہو کر یہاں سے نکلے اور جس کو جہاں موقع ملا وہیں بس گیا۔ اس افراتفری کے دور میں حضرت قربی کے والد بھی بیجاپور سے' جہاں ان کے بزرگ مدفون ہیں اور جہاں کی روایات' تہذیب اور علم و حکمت کے وہ علم بردار تھے ترکِ وطن کر کے نکلے اور ساتور میں آ کر قیام کیا۔ پھر علاقہ میسور کے شہر سرا اور ارکاٹ ہوتے ہوئے ویلور تشریف لائے اور ہمیشہ کیلئے یہیں مقیم ہو گئے۔ جس وقت حضرت قربی کے والد نے ترکِ وطن کیا' قربی کی عمر صرف چار سال تھی۔ ان کی تعلیم و تربیت مختلف مقامات پر جہاں جہاں ان کا خاندان سکونت پذیر رہا' جاری رہی۔ ویلور میں انھوں نے تکمیل تعلیم کر کے سندِ فضیلت حاصل کی علومِ ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ سلوک و معرفت کی تحصیل کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چوں کہ ان کا خاندان صوفیا کا مشہور خاندان تھا اس لئے شروع ہی سے ان کا میلان فقر و قناعت' ریاضت و عبادت کی طرف رہا انھوں نے تصوف کے مختلف سلسلوں میں اپنے عہد کے بڑے بڑے شیوخ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی خلافت کا بلند منصب حاصل کیا اور ریاضت و مجاہدہ کر کے اعلیٰ مراتب روحانی پر فائز ہوئے۔ وہ نہایت

مستغنی طبیعت کے حامل تھے۔ انہوں نے کبھی دولت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ خود علم و عمل کی دولت لٹاتے رہے۔ اُن کی پاکیزہ سیرت نے ایک عالم کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ وہ اپنے عہد میں، جو کئی لحاظ سے طوائف الملوکی کا دور تھا، اپنے علم و عمل کی ایسی شمع روشن کئے ہوئے تھے جس کی روشنی نے سینکڑوں ہزاروں گھروں میں اُجالا کر دیا اور جس کی لَو سے بہتوں نے اپنے چراغ روشن کئے اور دکھی دنیا کو ہدایت کا رستہ بتایا۔ آج بھی آپ کا مزار مبارک ویلور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے اور آپ کے فیض روحانی کا سلسلہ جاری ہے۔

ایسے بزرگ اور باخدا ہستی کے لئے شاعری کوئی ذریعۂ عزت و شہرت نہیں۔ شعر گوئی کی صلاحیت فطرتاً آپ میں ودیعت تھی اس لئے آپ نے اس عطیہ الٰہی کو بھی تعلیم و تربیتِ انسانی اور تصوف کی تبلیغ و اشاعت کیلئے استعمال کیا۔ اُردو پر شروع ہی سے صوفیائے کرام کی نظرِ عنایت رہی اور یہ انکے ہاتھوں پروان چڑھی ہے ۔ عوام کی زبان اُردو ہونے کی وجہ سے صوفیا اور بزرگانِ دین نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں سے کام لے کر اُردو زبان میں شعر کہے ہیں اور اپنے اشعار کے ذریعہ عوام کی روحانی تربیت کا سامان فراہم کیا ہے۔ قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے دورِ حکومت میں صوفیا نے اُردو زبان کی جو سرپرستی کی ہے اس کی بدولت اِس زبان میں صوفیانہ شاعری کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم ہوگیا۔ حضرت قربی کا اُردو دیوان بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حضرت قربی کے ذریعہ صوفیانہ شاعری کی روایت نہ صرف برقرار رہی بلکہ آپ کے زیر اثر باقر آگاہ اور ذوقی؛ اور دوسرے کئی

صوفی شاعر پیدا ہوئے ۔ آپ نے اپنے اردو کلام کے ذریعہ جنوبی ہندوستان
میں اُردو زبان کو مقبول بنانے میں بڑا حصہ لیا ہے ۔

اِس اہم گم شدہ کڑی کو منظرِ عام پر لاکر پروفیسر فضل اللہ صاحب
نے اُردو ادب کی بہت ہی قابلِ قدر خدمت انجام دی ہے ۔ اس طرح
کی مساعی سے اُردو ادب کی تاریخ کے وہ گوشے جو اب تک نظروں سے
اوجھل تھے روشناس ہو رہے ہیں اور ان کے ذریعہ اُردو زبان کی
مقبولیت اس کے پھیلاؤ اور اس کے گراں قدر ادب کا علم عام ہو رہا ہے ۔

اس دیوان کے مرتب کرنے میں پروفیسر فضل اللہ صاحب نے جو
صبر آزما محنت اور جہد بلیغ کی ہے وہ اُردو دانوں کی طرف سے ہر طرح
قدر و منزلت کی مستحق اور لائقِ تشکر ہے ۔

زینب منزل
۳۰ مارچ ۱۹۶۳ء

سیّد محمدؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

نام آپ کا پورا نام سید شاہ ابوالحسن، لقب رکن الدین اور تخلص قربی ہے۔

ولادت آپ ۱۴ شعبان المعظم ۱۱۱۸ھ کو دارالنور بیجاپور میں پیدا ہوئے آپ کے فارسی استاد مولانا محمد حسین بیجاپوری نے نتیجۂ کریم الطرفین (۱۱۱۸) سے تاریخ ولادت نکالی ہے۔

خاندان آپ کے والد بزرگوار سید شاہ عبداللطیف نقوی غالباً ۱۰۶۵ھ میں بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ سید الطرفین تھے آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ

حضرت امام حسین رضؓ

حضرت امام زین العابدین رضؓ

حضرت امام محمد باقر رضؓ

حضرت امام جعفر صادق رض

حضرت امام موسیٰ کاظم رض

حضرت امام علی رضا رض

حضرت امام محمد جواد تقی رض

حضرت امام علی زکی نقی رض

حضرت امام الحسن عسکری رض (ان کے ایک فرزند سید علی اکبر سے خواجہ محمد ناصر پدر بزرگوار خواجہ میر درد کا نسب نامہ جا ملتا ہے)

میراں سید حیدر کرار رح

میراں سید قاسم رح

سید سیف اللہ ناصر رح

میراں سید ہاشم رح

میراں سید محمد رح

سید حسین رح

سید اسد اللہ رح

قطب اکبر سید حمزہ اصغر (حضرت عبد القادر جیلانی رض کے مرید و خلیفہ)

سید حامد (مدفون اصفہان)

سید جلال متقی (مدفون بغداد)

سید عبد الفتاح (سب سے پہلے وارد ہندوستان مدفون دہلی)

سید نور اللہ منصور (مدفون نجف اشرف)

سید حسین (مدفون رے)

سید برہان الدین (مدفون گجرات)

قاضی سید اسمٰعیل (بڑے پایہ کے عالم فاضل صوفی، شاہ عالم گجراتی متوفی ۸۸۵ھ کے مرید و خلیفہ)

سید ابوالفتاح (مشہور عالم مصنف اور شارح مثنوی مولانا روم مدفون احمد آباد)

سید قطب الدین (مدفون احمد آباد)

سید عبدالحق (مدفون احمد آباد)

سید محمد (مدفون احمد آباد)

سید عبداللطیف عرف باپوجی (وارد بیجاپور محمد عادل شاہ کی طرف سے چار ہون وظیفہ اور چار قریے بطور جاگیر پائے)

میراں سید ولی محمد (مدفون بیجاپور)

سید شاہ عبداللطیف نقوی (مدفون ویلور)

سید شاہ رکن الدین قربیؒ (م ۱۱۸۲ھ مدفون ویلور)

آپ کا خاندان

حضرت قربی کے دادا میراں سید ولی محمدؒ نے سید ابوالحسن ثانی کی صاحبزادی سے نکاح کیا تھا۔ سید ابوالحسن ثانی سید عبدالقادر کے فرزند سید شاہ ابوالحسن بیجاپوری کے پوتے اور مخازن سلاسل قادریہ کے مصنف ہیں۔ حضرت شاہ ابوالحسن قادری قدس اللہ سرہٗ سلطان ابراہیم عادل شاہ جگت گرو بادشاہ قدردان اہل اللہ کے زمانے میں احمد آباد سے (جو آپ کا مولد اور آپ کے اسلاف کرام و اجداد ذوی الاحترام کا موطن تھا) بیجاپور پہنچے۔ آپ اولیائے کاملین و مشائخ متصرفین سے تھے، آپ کے خاندان کا سلسلہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ صحیفتہ الهدیٰ میں مذکور ہے کہ مورچل جھلنے کے وقت تارہائے مورچل سے لمعہ ہائے نور نمایاں ہوتے تھے۔ آپ چہاردہم ربیع الثانی ۱۰۴۵ھ کو اس سرائے فانی سے واصل بحق ہوئے۔

آپ کا مزار شریف بیجاپور میں زیارت گاہِ خلایق ہے۔ آپ کے پانچ فرزند رشید تھے۔ (۱) سید عبدالقادر (۲) سید نعمت اللہ (۳) سید بدرالدین (۴) سید ابوالقاسم (۵) سید محمد میراں۔ ان میں سید بدرالدین دہلی چلے گئے اور وہاں رحلت پائی۔ باقی چہار فرزند اپنے والد بزرگوار کے روضہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک ظاہر و باطن میں صاحبِ کمال تھے۔ ان پانچوں اولادوں سے نسل چلی آرہی ہے ان میں اکثر زہاد و صلحا گذرے ہیں۔ سید عبدالقادر قادری قدس سرہٗ آپ کے تمام فرزندوں میں سب سے بڑے ہیں۔ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ کو وفات پائی۔ کمال بزرگواری و تقویٰ و پرہیزگاری سے متصف جادۂ ہدایتِ خلق پر متمکن اور تلقین و ارشاد طالبان میں مشغول تھے۔ انکے خلف رشید شاہ ابوالحسن ثانی عہدِ سکندری و عصر عالم گیری کے مشاہیر سے تھے اور کمالات صوری و معنی کے جامع تھے۔ مخاذن سلاسل قادریہ انکی تصنیف انیف ہے آپ نے بیجاپور میں انبارخانہ کے متصل خانقاہ قادریہ تعمیر فرمائی تھی۔ آپ کا ارتحال ۱۱۳۲ھ میں ہوا اور آپ اپنے قریہ معاش کنکال میں مدفون ہیں۔ حضرت شاہ مصطفےٰ قادری اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ ابوالحسن قادری قدس اللہ سرہما کے مشورہ سے بیدر سے بیجاپور آئے انکی طبیعت میں کمال استغنا پایا جاتا تھا۔ شبانہ روز ریاضت۔ اخفاے طاعت و عبادت۔ کتمان احوال و خوارق۔ صحبت اغیار سے خلوت و انزوا شاہ و امیر کی ملاقات سے اباے کلی اور احتراز قوی یہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم آپ میں پائے جاتے تھے آپ اپنے برادر بزرگوار شاہ ابوالحسن قادری قدس اللہ سرہٗ کے روضہ میں سمت مشرق مدفون ہیں۔ سید ابوالحسن ثانی نے بڑی ریاضت کے بعد

ایک سو اکانوے صوفی سلسلوں سے انکے مخصوص طریقوں پر بیعت کی تھی آپ اپنے زمانے کے تمام مشہور و معروف مشائخ کرام سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ نے اپنے والد حضرت سید عبدالقادر اور دو چچاؤں سے اور ان تینوں نے اپنے والد حضرت سید شاہ ابوالحسن بیجاپوری سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ کا سلسلۂ ارادت اور نسب چودہ پشتوں میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ قربی کے والد بزرگوار نے بھی اپنی خاندانی روایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نانا سید ابوالحسن ثانی کے ہاتھ پر بیعت کی اور مختلف سلسلوں میں خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

حضرت قربی کی والدۂ محترمہ ساجدہ بیگم سید ابوالقاسم کی صاحبزادی تھیں یہ معقولات و منقولات کے زبردست عالم اور اصول فقہ کے بڑے ماہر تھے۔ اورنگ زیب نے انھیں پنجہزاری کے منصب اور درایت خاں کے خطاب سے مفتخر کیا تھا۔ یہ علم و فضل کے باوجود نہ صرف شعر و شاعری کی طرف مائل تھے بلکہ اس سے حد درجہ شغف رکھتے تھے۔ یہ دو اشعار گوہر نثار ان سے منسوب ہیں:

زچشم سحر پردازت ادائے در نظر دارم
نظر بر گردد از چشمم اگر چشم تو بر دارم

از کجا حسن ترا باز تماشا کردیم
رشتۂ تارِ نظر سلسلۂ پا کردیم

ابتدائی حالات قربی کے والد نے فرزند کے پیدا ہونے پر ان کا نام اپنے نانا سید شاہ ابوالحسن ثانی کے جدِ امجد سید شاہ ابوالحسن بیجاپوری کے نام پر رکھکر اپنی من مانی مراد پائی۔ ملک کے بگڑتے ہوئے سیاسی حالات

؎ محمد ابراہیم روضۃ الاولیاء تذکرۂ اولیائے بیجاپور آصفیہ ۱۶۹ قلمی صہ۵ تا صہ۶۱۔

اور اس کے ساتھ بڑھتی ہوئی بدامنی کے باعث قربی کے والد نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ بیجاپور سے ہجرت کی اس وقت قربی کی عمر چار سال کی تھی - وہ سانور (ہبلی کے جنوب میں تقریباً چالیس میل پر واقع ہے) میں دو سال ٹھیرے وہاں بھی چین نصیب نہ ہوا تو سرا پہنچے - (میسور کے علاقہ میں ٹمکور سے (۳۳) میل پر واقع ہے صوبہ سرا کا مرکزی شہر تھا) اور یہاں بارہ سال ٹھیرے - مرہٹوں کی شورش کی وجہ سے ارکاٹ کا رخ کیا - یہاں چار پانچ برس قیام فرمایا پھر دارالسرور ویلور آئے اور اسکو اپنا مسکن بنالیا -

یہاں سے اس بزرگ خاندان کا تعلق احاطہ مدراس سے عموماً اور موجودہ ٹامل ناڈ کے ضلع شمالی ارکاٹ سے خصوصاً شروع ہوتا ہے -

کرناٹک کا تاریخی پس منظر

جغرافی حیثیت سے کرناٹک کے دو حصے ہیں - (۱) بالاگھاٹ جو میسور کا سطح مرتفع ہے (۲) پایاں گھاٹ جو میدانی علاقہ ہے - جس میں سے تین بڑے دریا گوداوری، کرشنا اور کاویری بہتے ہیں - ان دو کرناٹکوں کو مشرقی گھاٹ کے پہاڑ جدا کرتے ہیں - موجودہ صوبہ مدراس یا ٹامل ناڈ کا ایک ضلع شمالی ارکاٹ تاریخی اور مذہبی حیثیت سے بہت مشہور ہے -

اسلامی دور سے کئی سو سال پہلے عربوں نے اپنی تجارت کے سلسلے میں جنوبی ہند کے دونوں ساحلوں پر چھوٹی چھوٹی آبادیاں قائم کی تھیں - یہاں کے حکمران طبقوں میں اور عوام میں انکی بڑی قدر و منزلت تھی - اسلامی دور میں تاجروں کے دوش بدوش مسلمان مبلغین اور صوفیائے کرام بھی پے در پے آنے لگے - یہاں کے باشندے اسلامی تہذیب و تمدن اور شعائر اسلام سے خود بخود آشنا ہونے لگے - ہندوستان کے اس حصے میں اسلام کا تمدنی دور سیاسی دور پر مقدم ہے - علاءالدین خلجی اور

اس کے بیٹے مبارک شاہ خلجی نے معبر یعنی ساحل کورومنڈل پر چڑھائی کی۔ تو
یہاں سے دکن کے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دکنی کی
ابتدا اور ترقی ہوتی ہے۔ محمد تغلق کی تخت نشینی کے وقت دکن کا ایک بڑا حصہ حکومت
دہلی کے زیر فرماں تھا۔ مہاراشٹر اور تلنگانہ پر دہلی کا قبضہ تھا۔ محمد تغلق نے ۱۳۲۳ء میں مدورا
فتح کیا اور اس کے صوبہ دار جلال الدین احسن نے آخر میں خود مختار ہو کر چالیس
برس معبر میں حکومت کی۔ ۱۳۲۶ء میں محمد تغلق نے دولت آباد کو ہندوستان کا
پایہ تخت بنایا اس کے بعد بہمنی سلطنت کا قیام۔ ورنگل میں کشنا نائک کے راج کا قیام
نیز ہری ہر کا وجے نگر کی عظیم الشان سلطنت قائم کرنا اور ان سلطنتوں کا آپس میں
ٹکرانا۔ ان علاقوں میں عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کی حکومت عالم گیر
کی فتوحات دکن ان تمام تاریخی واقعات سے تاریخ دکن کا طالب علم بخوبی واقف
ہے۔ تاریخی حیثیت سے ارکاٹ کو بڑا مقام حاصل رہا ہو اس کی اگلی شان و شوکت
کے بہت کم آثار باقی ہیں۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد ۱۷۱۲ء سعادت اللہ خاں
نے جو دہلی کی افواج کے سپہ سالار تھے میسور کے مرہٹوں کا زور توڑنے
اور انکے خلاف محاذ قائم کرنے کیلئے ارکاٹ کو اپنا مستقر بنایا تھا۔ ان کا اقتدار
بیس سال تک رہا انکے بعد ان کے جانشین دوست علی خاں کے زمانہ تک، ارکاٹ
حکومت کا مرکز رہا۔ لیکن ۱۷۴۰ء میں ہوجی بھونسلا کی مرہٹہ فوج ضلع ارکاٹ میں
پھیل گئی دوست علی خاں جنگ میں مارے گئے اور ارکاٹ جنگ کا میدان
بن گیا۔ دوست علی کے جانشین صفدر علی ۱۷۴۲ء میں قتل کردئے گئے۔ اور
۱۷۴۴ء میں ان کے جانشین سید محمد کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس کے بعد سات برس تک
ارکاٹ پر کبھی مسلمانوں کا اور کبھی مرہٹوں کا تصرف رہا۔ ۱۷۵۱ء میں

انگریزی دستہ نے ارکاٹ کے قلعہ کو فتح کیا۔ کلائیو نے جس طرح ارکاٹ کو فتح کرنے کیلئے اس کا محاصرہ کیا، یہ ہندوستان میں برطانوی فوجی طاقت کا اہم ترین واقعہ شمار کیا جاتا ہے۔ انگریزی مورخ لارڈ میکالے کا فصیح و بلیغ بیان پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ سنہ ۱۷۵۸ء میں فرانسیسیوں نے کرنل لالی کی کمان میں ارکاٹ پر چڑھائی کی اور دو سال تک اس پر حکومت کی۔ سنہ ۱۷٦۰ء میں کرنل کوٹ نے سات دن کی مسلسل گولہ باری کر کے پھر اس پر انگریزی تسلط بٹھایا۔ انگریزوں کی بدولت نواب محمد علی ارکاٹ پر بیس سال حکمراں رہے۔ سنہ ۱۷۸۰ء میں حیدر علی خاں نے ارکاٹ کو فتح کیا اور یہ ان کے تصرف میں تین سال تک رہا۔ ٹیپو سلطان نے اپنے باپ کے فوجی مہمات کو جاری رکھا۔ آخر میں ارکاٹ کو اس طرح تباہ کیا کہ اس کی فوجی اہمیت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ سنہ ۱۸۰۱ء میں ارکاٹ کے نواب نے کرناٹک کے بعض علاقے انگریزوں کے حوالے کئے اس میں ارکاٹ بھی شامل تھا۔ غرض سنہ ۱۷۱۲ء سے سنہ ۱۸۵۱ء تک ارکاٹ کا دور جنگ و معرکہ قتل و غارت، خون خرابے کا رہا۔

اس خونچکاں دور کے ابتدائی زمانہ میں حضرت قربی ارکاٹ تشریف لائے اور یہاں کے ناخوشگوار حالات کا اندازہ کرتے ہوئے ویلور کو نقل مقام کیا جہاں انھیں قدرے اطمینان حاصل ہوا۔ بنابریں کسی زمانے میں ویلور کو دارالسرور ویلور کہا جاتا تھا۔

بقول نصیرالدین ہاشمی "یہ وہ سیاسی افراتفری تھی جس کے درمیان علاقہ مدراس کو اردو کی نشوونما پانا تھا۔ ان مشکل حالات میں جو بھی کام ہوا ہے نہایت قابل قدر ہے۔"

تعلیم و تربیت

بیجاپور چھوڑنے کے بعد قربی کے والد کو بہت سی خانگی پریشانیاں لاحق ہوئیں مستقل سکونت چھوٹ گئی پے در پے نقل مقام کی وجہ سے قربی کی باضابطہ تعلیم نہیں ہوئی۔ انکی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوی۔ دس سال کی عمر میں بوستان شروع کی۔ یہ اتنے ذہین تھے کہ خود اپنے استاد کو مشکل اشعار کی شرح سمجھاتے تھے۔ حسن اتفاق سے انھیں مولانا محمد حسین بیجاپوری جیسے قابل فارسی کے استاد ملے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے قربی کی تاریخ ولادت لکھی تھی۔ انکی مدد سے فارسی کی کتب متداولہ پر عبور حاصل کیا خود استاد اپنے کمسن شاگرد کی یوں تعریف کیا کرتے تھے۔ "میں بیجاپور سے اس جگہ پہنچا ہوں میری عمر درس و تدریس میں گذری ہے مگر میں نے ابتک ایسا طالب علم صاحب فہم و فکرت و ذہن و جودت نہیں دیکھا" یہ ہمیشہ اپنے شاگرد رشید کے حق میں زیادت علم و فضل کی دعائیں مانگتے تھے۔ غرض ان کی مدد سے بالکل تھوڑی مدت میں قربی کو فارسی میں مہارت تامہ پیدا ہوگئی۔ اسی زمانے میں جب آپ نے اپنے چچا سید محمد علی قادری عرف دیوان صاحب سے ویلور کے مشہور عارف باللہ شیخ محمد فخرالدین مہکری نائطی کے کمالات ظاہری و باطنی کی تعریف سنی تو ان کے پاس تصوف کی معرکتہ الآرا کتابیں جو فارسی میں تھیں سب پڑھ لیں۔ یہ بزرگ فارسی کے اچھے شاعر تھے بیخود تخلص کرتے تھے۔ انھیں اپنے شاگرد سے اتنی عقیدت اور محبت پیدا ہوگئی کہ یہ اپنا کلام قربی کو دکھایا کرتے تھے اور انکے پسند ہونے کے بعد ہی اپنی بیاض میں نقل کرتے تھے۔ قربی کو شاعری ورثہ میں ملی تھی اسکی طرف میلانِ طبع بھی تھا۔ استاد کے فیضان صحبت اور توجہ سے ان کی شاعری کا جذبہ بڑھنے لگا یہانتک کہ وہ ایک باکمال فارسی شاعر بن گئے ایک دفعہ

اپنے استاد کی مثنوی سنکر یہ فی البدیہہ اشعار کہے ؎

چون شنید این سخن شوق فزا | عقل در گوش ضمیرِ من گفت
کز گل و لالۂ لفظ و معنی | پیشگی تازہ بہارے بشگفت

استاد نے انھیں بڑی پسند کی نظر سے دیکھا اور فرمایا کہ مجھے آج اپنی محنت کا صلہ مل گیا اور یہ دو شعر اپنی بیاض میں لکھوا لیے۔

قربی کی دلی آرزو تھی کہ عربی میں استعداد پیدا کریں۔ مولانا عبدالکریم کے شاگرد مولانا محمد ساقی علومِ عربیہ میں یدطولی رکھتے تھے انکی شہرت سنکر یہ ہفتہ میں تین دن ارکاٹ سے ویلور جایا کرتے تھے غالباً آپ کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی عربی شرح ملا تک پڑھی تھی اب ساقی صاحب کی مدد سے عربی کتب کا مستقل مطالعہ کیا اور چند برسوں میں عربی زبان اور ادب کے عالم بن گئے خصوصاً فتوح الغیب (عبدالقادر جیلانیؒ) ملفوظاتِ شریف سلطان الاولیاء (سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ) فتوحاتِ مکیہ و فصوص الحکم (ابن العربی) اور انسان کامل (عبدالکریم جیلی) وغیرہ کا بغائر مطالعہ فرمایا۔ عربی انشا پردازی میں اتنے قابل تھے کہ جمعہ کے خطبات خود تیار کر کے پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ آپ نے ایک خاص دعا عربی میں تصنیف فرمائی تھی جسے خود ہر نماز میں نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور معتقدین کو اس کے پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔

روحانی تربیت قربی کا سارا گھرانا صوفیانہ تھا۔ تصوف گویا انکی میراث تھا۔ ان کے والد خود ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ غرض سب سے پہلے انھیں سے روحانی فیض حاصل کیا اور اس کا بجا طور پر اعتراف کیا ہے ؎

ہے حقیقت میں پدر تیرا وہی مرشد یقین

تو ہوا پیر و تمام اس کا تو فرزند رشید

انہوں نے سب سے پہلے شیخ فخرالدین جھکری نائطی کے ہاتھ پر بیعت کی جن کا سلسلہ ارادت حضرت عبدالقادر جیلانیؒ تک یوں پہنچتا ہے :-

"البا‌س این خرقۂ خلافت ازین سلسلۂ علیہ قادریہ از شیخ فخرالدین نمودہ واو از شیخ عبدالحق محمد مخدوم القادری واو از محمد ناصر الدین واو از شیخ دریا محمد واو از شیخ راجی محمد واو از شیخ حاجی اسحٰق واو از سید غوث احمد واو از والد خود سید ابی نصر محی الدین واو از والد خود سید ابی صالح نصر واو از والد خود سید تاج الدین عبدالرزاق واو از والد خود سلطان الاولیاء سید محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہم (لطائف ذوقی ص۱۵)۔

یہاں قربی کے سلاسل کے متعلق مزید معلومات لطائف ذوقی سے بہم پہنچائے گئے ہیں جو ان کے فرزند اور خلیفہ غلام محی الدین سید عبداللطیف ذوقی کی تصنیف ہے۔ انہوں نے یہ لطائف اپنے دوست محمد نظام الدین کے لئے جمع کئے تھے اس کی سنہ تصنیف ۱۱۸۰ھ ہے۔

"البا‌س خرقۂ خلافت این سلسلہ علیہ یعنی قادریہ از پدر خود کردہ واو از جد مادری خود سید شاہ ابوالحسن قادری واو از عم خود سید نعمت اللہ واو از والد خود سید شاہ ابوالحسن واو از والد خود سید بدرالدین حبیب اللہ واو از والد خود سید عبدالقادر یوسف الثانی واو از والد خود سید شمس بہاء الدین عارف واو از والد خود سید یونس ثانی واو از والد خود سید عبدالرحمٰن اشرف جہانگیر واو از والد خود سید یونس شرف جہاں واو از والد خود سید یوسف حاجی الحرمین

واو از والد خود سید احسن الدین واو از والد خود سید محمد ضیأ احمد واو از والد خود ابی نصر محی الدین واو از والد خود سید ابی صالح نصر واو از والد خود سید تاج الدین عبدالرزاق واو از والد خود سلطان الاولیاء سید محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہم اجمعین (لطائف ذوقی ص۱۵۷)

لطیفہ ای عزیز سلسلہ حضرت مرشد (حضرت قربیؒ) قادریہ است و خلافت سلاسل دیگرش نیز بودہ و الباس خرقۂ قادریہ از عم خود سید محمد علی کردہ واو از عم خود سید قطب الدین واو از برادر خود سید کریم محمد واو از والد خود سید نور اللہ واو از والد خود قاضی سید علی واو از شیخ خود سید محمد مقبول عالم واو از والد خود سید احمد واو از والد خود سید راجو واو از والد خود سید محمد الملقب بہ شاہ عالم من عند اللہ واو از والد خود سید برہان الدین (صفحہ ۱۵۷) ابی محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم واو از والد خود سید ناصر الدین محمود واو والد خود سید جلال الدین مخدوم جہانیاں واو از شیخ خود شیخ محمد بن عبدالغنی واو از شیخ خود شیخ شمس الدین عبید بن فاضل واو از والد خود ابی المکارم فاضل واو از والد خود شیخ ابوالغیث بن جمیل واو از شیخ خود شیخ شمس الدین علی بن افلح واو از شیخ خود شیخ شمس الدین علی الاہدل واو از سلطان الاولیاء سید محی الدین عبدالقادر الحسنی والحسینی الجعفری الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ وارضاہ ولاحرمنا من برکاتہ۔" (لطائف ذوقی صفحہ ۱۵۶-۱۵۷)

"و نیز الباس خرقۂ خلافت ایں سلسلہ مذکورہ از عم خود سید محمد علی (سید علی محمد) کردہ واو از شاہ ابوالحسن مذکورہ نمودہ۔" (لطائف ذوقی ص۱۵۸)

"لطیفہ ای عزیز سلسلۂ علیہ قادریہ حسنیہ است از جانب اجداد نبیرا کہ

حضرت سلطان الاولیاء الباس خرقہ از والد خود صالح موسیٰ کردہ و او از والد خود
سید عبد اللہ جیلی و او از والد خود سید یحیی الزاہد و او از والد خود سید محمد و او از
والد خود سید داؤد و او از والد خود سید موسیٰ الثانی و او از والد خود سید عبد اللہ الثانی
و او از والد خود سید موسیٰ الجون و او از والد خود سید عبد اللہ المحض و او از والد خود
امام حسن مثنیٰ و او از والد خود امام حسن رضی اللہ عنہ و حسینیہ است از جانب مشایخ
زیرا کہ آنحضرت (= شیخ عبد القادر جیلانی) الباس خرقۂ خلافت از ابی سعید مبارک
مخرمی کردہ و او از ابی الحسن علی الہنکاری و او از ابی الفرج یوسف طرطوسی و او از
ابی الفضل عبد الواحد یمنی و او از عبد العزیز ہیل یمنی و او از شیخ شبلی و او از
سید الطائفہ جنید بغدادی و او از سری سقطی و او از شیخ معروف کرخی و او از امام
علی موسیٰ رضا و او از امام کاظم و او از امام جعفر صادق و او از امام محمد باقر و او
از امام زین العابدین و او از امام حسین رضی اللہ عنہ و جبلیہ است زیرا کہ شیخ
معروف کرخی الباس خرقۂ خلافت از خواجہ داؤد طائی نیز کردہ و او از حبیب عجمی و
بر ہر تقدیر علویہ باشد و این سلسلہ چونکہ علویہ است صدیقیہ نیز ہست زیرا کہ آنحضرت
الباس خرقہ از شیخ احمد اسود دینوری نیز کردہ و او از ممشاد علو دینوری و او از ابی العباس
نہاوندی و او از شیخ ابی عبد اللہ محمد بن الخفیف و او از شیخ ابی محمد احمد بن حسن الجزری
و از سید طائفہ جنید بغدادی و او از شیخ ابو سعید خرازو او از شیخ بشر حافی و او از
شیخ ابی رجاء عطاردی و او از شیخ فضیل بن عیاض و او از شیخ منصور سلمی و او از
شیخ محمد بن مسلم زاہدی و او از شیخ محمد جبیر نوفلی و او از شیخ ابی محمد مطعم و او از
افضل الصحابہ بالتحقیق امیر المومنین ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین فاروقیہ
نیز ہست زیرا کہ آنحضرت الباس خرقۂ خلافت ابی الخیر نیز کردہ و او از شیخ یوسف

واو از شیخ ابی الحسن علی واو از شیخ احمد بن عبدالعزیز واو از شیخ کہف الدین
ابی بکر عبداللہ الشبلی واو از سید طائفہ جنید بغدادی واو از شیخ ابی سعید خراز واو
از شیخ عبداللہ الموصی (؟) واو از شیخ ابو تراب نخشبی واو از بایزید بسطامی واو از شیخ
امین الدین شامی واو از شیخ عبداللہ علمدار (؟) واو از شیخ رئیس الاصحاب امیر المومنین
عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ وعثمانیہ نیز ہست چنانکہ آنحضرت الباس
خرقۂ خلافت از شیخ حماد (ویاس ؟) کردہ واو از شیخ ابی سعید محمد مغربی واو از
شیخ ابی بکر احمد بن عثمان المغربی واو از شیخ ابو الفضل عبدالواحد یمنی واو از
شیخ احمد بن اسماعیل کمی واو از شیخ ابی المکارم ابی بکر عبداللہ شبلی واو از
سید الطائفہ جنید بغدادی واو از ابو سعید خرّاز واو از شیخ ابی عبید حسن
الموصی (؟) واو از شیخ ابی تراب نخشبی واو از شیخ ابی عبدالرحمٰن حاتم اصم
واو از شیخ عبداللہ الخواص واو از شیخ شقیق بلخی واو از شیخ ابراہیم ادہم بلخی
واو از شیخ فضیل عیاض واو از شیخ عبدالواحد بن زید واو از کمیل زیاد واو
از جامع القرآن امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(لطائف ذوقی صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۰)

آپ نے اپنے والد ماجد کے ارشاد پر اپنے زمانہ کے مشہور صوفی بزرگ
حضرت سید علی محمد قدس سرہٗ کے ہاتھ پر ارکاٹ میں بیعت کی۔ یہ حضرت
شاہ محمد صبغۃ اللہ نائب رسول اللہ کے بھتیجے سید محمد قدس سرہٗ کے پوتے تھے
انھوں نے اپنے والد حضرت سلطان سید عبدالرحمٰن قدس سرہٗ کی کتاب نفس رحمانی
کی تشریح تجلیات رحمانی کے نام سے لکھی تھی۔ یہ تصوف کی ایک معرکۃ الآرا کتاب
سمجھی جاتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ کتاب قربی کے زیر مطالعہ رہی ہو اور انھوں نے اس سے اپنے

اندر جذب کی کیفیتیں پیدا کرنے کی کوشش کی ہو۔ آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے مرشد شیخ فخر الدین مہکری نایطی کے مرشد شیخ عبدالحق مخدوم ساوی متوفی ۱۱۶۵ھ سے بھی استفادہ کیا۔ یہ بزرگ بیجاپور سے نگر اور پھر ارکاٹ پہنچے۔ یہ علوم ظاہری و معنوی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ بدعات کو دور کرنا اور علوم شریعت و سنت کو فروغ دینا ان کا کام تھا۔ یہ قربی کے بڑے شیدائی بن گئے اور قربی نے انکی شان میں سو اشعار کا ایک زوردار فارسی قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع ہے ؎

ہر کرا آب قناعت نار فقر اندر سراست

گر بہ خشکی ور تری باشد شہ بحر و براست

اس قصیدہ میں تصوف کے مسائل پر خاص طور پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے مرشد کے فضائل بیان کئے ہیں ؎

چون بہ تحقیق حقیقت حق او حقیقت است

زان سبب او را خطاب عبدحق از داور است

در جہاں قال صحیح او جہانگیری کند

حسن الحاد خان بر آتشش خاکستر است

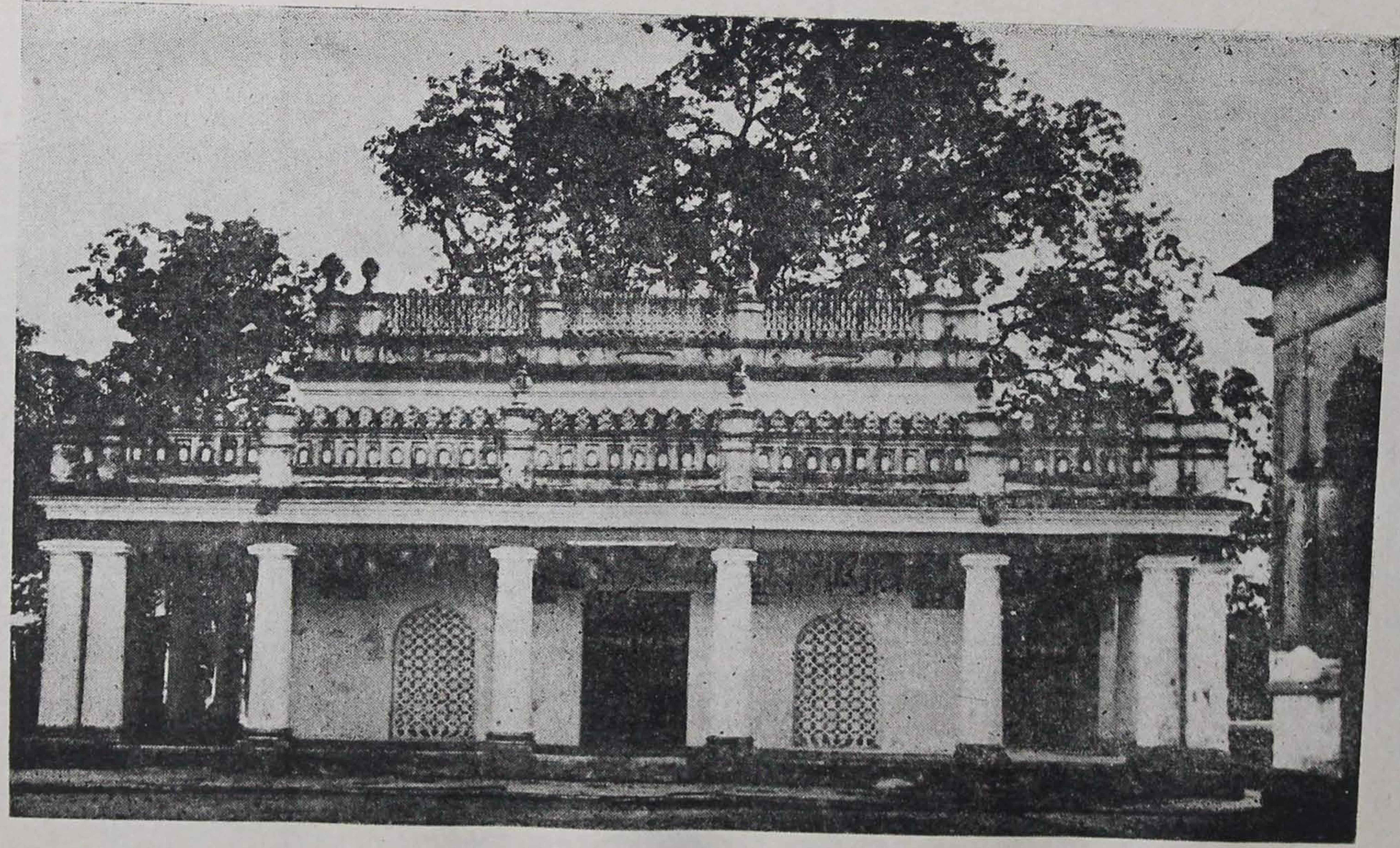
بایزید ثانی است و ہم جنید وقت اوست

قال حال انگیز او برہان این دعوی گر است

قربی نے دکنی میں بھی ایک غزل انکی شان میں کہی ہے ؎

مخدوم کوں سمج تو معنے منے ہے سب سوں

عینِ رسول ہے او تحقیق عین رب او



درگاہ حضرت قربی رح

وحدت کے علم میں وہ ہے بایزید ثانی
کہتا ہے عارفاں کوں ہر نکتہ منتخب او

قربی شیخ مخدوم ساوی کے سب سے بڑے وقیع اور ممتاز مرید تھے لہذا اپنے پیر سے انہیں مرید بنانے کی اجازت مل گئی ان کے پیر و مرشد کی وفات (۱۱۶۵ھ) کے بعد لوگ کثیر تعداد میں ان کے مرید بننے لگے خود پیرزادہ احمد صاحب ان کے مرید ہو گئے۔

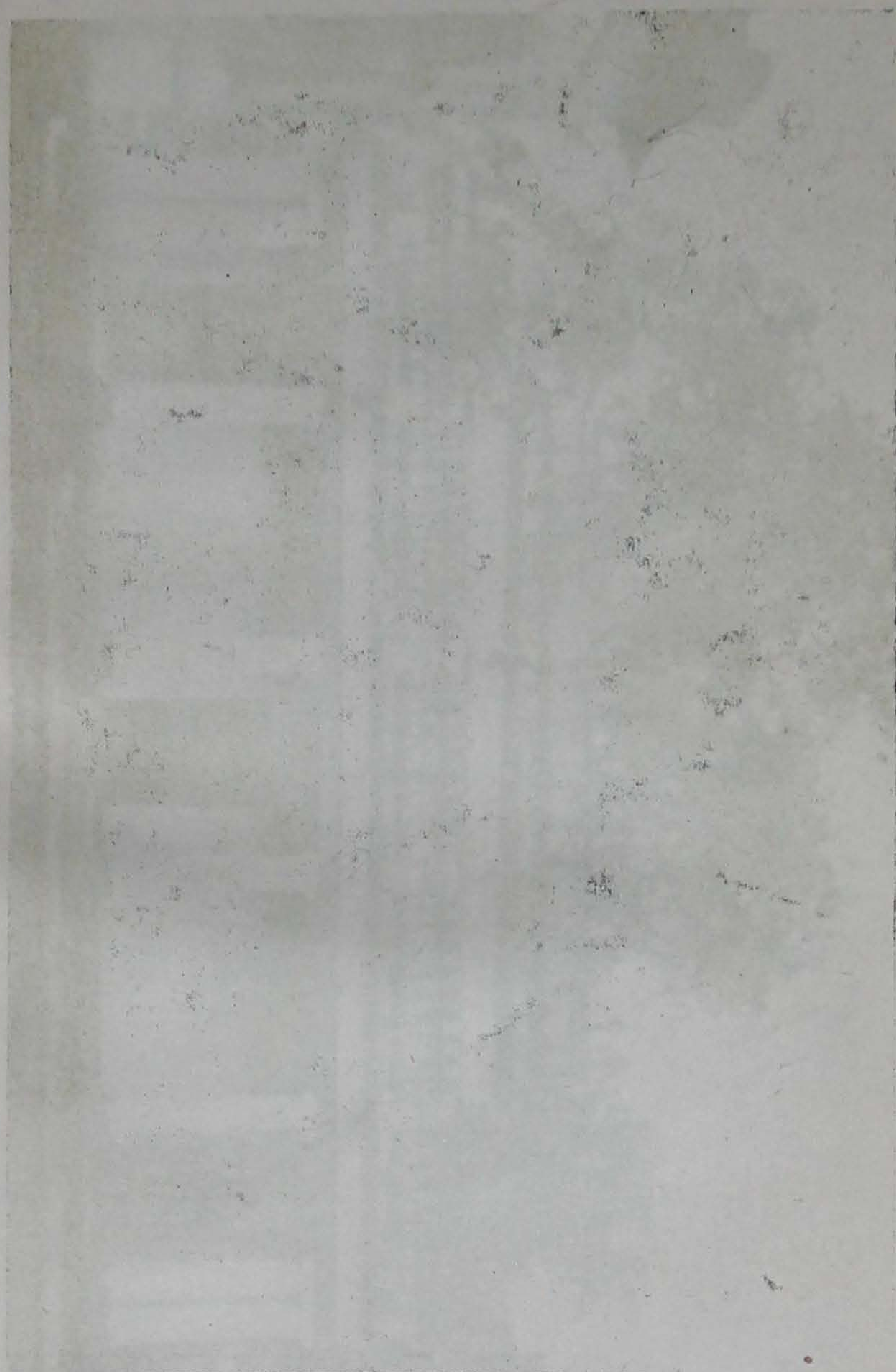
آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ رشد و ہدایت، درس و تدریس میں صرف کیا۔ علوم ظاہری و باطنی اور کمالات روحانی سے ایک زمانہ آپ سے مستفید و مستفیض ہوا۔ ۱۱۷۹ھ/۱۷۶۶ء میں آپ نے ایک خانقاہ بنوائی جو آج بھی حضرت مکاں کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے فرزند اور خلیفہ عبداللطیف ذوقی اور آپ کے خاص الخاص شاگرد باقر آگاہ نے اس کے متعلق تاریخی قطعات لکھے ہیں۔

وصال آپ کا وصال ۲۰ رمضان المبارک ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۹ء کو ہوا۔ حضرت مکاں کے احاطہ میں مدفون ہیں اس پر ایک گنبد تیار کیا گیا۔ ذوقی آگاہ اور دوسرے مشاہیر نے آپکی وفات پر قطعات تاریخ لکھے ہیں جن میں باقر آگاہ کا قطعہ تاریخ بہت مشہور ہے:

رکن دین شاہ ابوالحسن قربی — پیشوائے مقربانِ الٰہ
چوں کہ دریافت قرب حق سائش — غاب قطب البلاد ہاتف گفت
۱۱۸۲

حلیہ قربیؒ کا رنگ گورا تھا۔ قد بلند۔ بدن چھریرا۔ اور سینہ کشادہ خندہ پیشانی۔ ڈاڑھی گھنی اور لمبی تھی۔

اخلاق و عادات آپ کی سیرت میں سب سے نمایاں وصف



استغنائے ذاتی تھا۔ کثرت عیال و اطفال اور بعض اوقات عسرت و تنگدستی
کے باوجود آپ کسی امیر کے پاس نہیں گئے اور نہ کوئی چیز ان سے طلب کی
آپ کے دیوان میں اس سے متعلق بعض ایسے اشعار ملتے ہیں۔

ہر فقر جو آتا ہے بیگی سوں گذر جانا ۔۔۔ بن فقر ہمارے کوں تیسیر خدا دینا
پابوس سوں عالم کی توقیر نہیں آتی ۔۔۔ بندے کوں عنایت سوں توقیر خدا دینا

دولت کو دو لت بوج توں یک لت یہاں دسری وہاں
اہلِ دول کی زندگی جاتی ہے لت میں دیس رات

زر اگر تجھ کو نہیں تو کیا قربیؔ ۔۔۔ زر عشاق بس ہے یو رخ زرد
اشک سفید ہور رخِ زرد کا مزہ ۔۔۔ پاتیوں پرت کی ذوق میں نہیں سیم و زر لذیذ
تخت مرصع اوپر بیٹھا تو کیا جہاں میں ۔۔۔ ساتھ آئیگا نہ تیرے یو تخت یو مرصع

ان کے استغنار کی حد دیکھیے ؂

فقر کی رہ کا او ہے شہ قربیؔ ۔۔۔ جو خدا کا بی نا اچھے محتاج

جسے اقبال نے دوسرے پیرائے میں پیش کیا ہے ؂

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے ۔۔۔ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اور میر نے یوں ادا کیا ہے ؂

الٰہی کیسے ہوتے ہیں جنھیں ہے بندگی خواہش ۔۔۔ ہمیں تو شرم دامنگیر ہوتی ہے خدا ہوتے

اپنے زمانے کے خلفشار حکمرانوں کی چیرہ دستیوں اور سماج کی بعض برائیوں
کی یوں ترجمانی کی ہے ؂

تدبیر تو کرتے ہیں تدبیر خدا دینا ۔۔۔ دارو بی کھلاتے ہیں تاثیر خدا دینا
ہر میر جو آتا ہے عالم پہ ستم کرنے ۔۔۔ عالم پو کرم کرنے کوں میر خدا دینا

اس زہد ریائی سوں دل صاف نہیں ہوتا　　قربی یہ سیاہی کوں تنویر خدا دینا

وہ بڑے سخی تھے ان کے در سے کوئی شخص کبھی بھی محروم تہید ست اور خالی داماں نہیں گیا۔ وہ بڑے متواضع تھے چھوٹے بڑے سب کا احترام کرتے تھے۔ کسی نے ان کو کسی پر خفا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ شرع کے بڑے پابند تھے۔ صرف ایک دفعہ بخار میں بیہوشی کے عالم میں نماز قضا کی تھی تو اس کا ہمیشہ تاسف رہا۔ سماع کی مجلسوں میں شرکت کرتے تھے مگر خلاف شرع کوئی امر ان سے سرزد نہیں ہوتا تھا۔ باقر آگاہ نے اپنے استاد اور مرشد کی ایک سوانح عمری فارسی میں لکھی ہے۔ تذکرہ تحفۃ الاحسن فی مناقب السید ابی الحسن، اس کا ایک نسخہ مدرسۂ لطیفہ میں مخزون ہے اس میں ان کے تمام حالات اور کشف و کرامات بیان کئے گئے ہیں۔ ایک موقع پر باقر آگاہ نے انکے اخلاق اس طرح بیان کئے ہیں ؎

اے سینۂ تو مخزنِ اسرار نبیؐ　　وے چہرۂ تو مطلع انوار نبیؐ

اوصافِ نبیؐ داری و آثار نبیؐ　　اخلاقِ نبیؐ داری و اطوار نبیؐ

ان کی بیوی بڑی پرہیزگار اور عبادت گذار تھیں۔ حضرت قربیؒ نے نکاح سے پہلے شریک حیات کو آنے والی فقر و فاقہ کی کڑی زندگی اور اس کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا تھا یہ صبر و رضا، حلم و حیا اور توکل میں نادرۂ روزگار تھیں۔

اولاد حضرت قربی کو دو لڑکے اور چار لڑکیاں تولد ہوئیں (۱) سید علی محمد عرف بڑے صاحب ان کا انتقال ۱۱۷۵ھ میں ہوا (۲) سید عبد اللطیف ذوقی (۱۱۵۱-۱۱۹۴) فارسی کے نامور شاعر اور مصنف بقول باقر آگاہ "نظامیٔ ثانی" انہیں کی اولاد بفضل خدا ویلور میں چلی آرہی ہے۔

سید عبداللطیف ذوقی (۱۱۹۴ - ۱۱۵۱)

سید شاہ ابوالحسن قادری ثانی (۱۲۴۳ - ۱۱۸۶)

سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ محی الدین ثانی (۱۲۸۹ - ۱۳۰۷)

(مدفون مدینہ منورہ)

سید شاہ رکن الدین محمد قادری (متوفی ۱۳۲۵ بانی مدرسہ لطیفہ ویلور)

سید شاہ محی الدین عبداللطیف قادری (۱۳۳۸ - ۱۲۹۶ مدفون مکہ معظمہ)

ابوالفتح سلطان محی الدین	ابوالنصر قطب الدین شاہ محمد باقر قادری	ابوصالح عماد الدین	ابوالحسن صدر الدین
سید شاہ عبدالقادر قادری	(سجادہ نشین حضرت مکان قطب ویلور قدس سرہٗ)	سید محمد ناصر قادری	سید شاہ محمد طاہر قادری بی-اے
۱۳۷۸ - ۱۳۴۲		المعروف میراں شاہ صاحب	ناظم دار العلوم لطیفیہ
			حضرت مکان قطب ویلور قدس سرہٗ

مریدین | قربی کے مریدوں کی تعداد بیشمار ہے - ان میں دو بہت نامور گزرے ہیں:

(۱) ان کے فرزند اور جانشین سید عبداللطیف ذوقی جنہوں نے عربی فارسی اردو نظم و نثر میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔

(۲) باقر آگاہ مشہور شاعر نثار اور نقاد جنہوں نے کثرت سے عربی فارسی اردو میں کتابیں تصنیف کی ہیں - ان دو بزرگوں نے غالباً اپنی ہر ایک تصنیف میں اپنے مرشد اور استاد سے دلی عقیدت مندی ظاہر کی ہے آگاہ نے بالالتزام اپنی ہر ایک کتاب میں بعد حمد، نعت و منقبت حضرت عبدالقادر جیلانی (رض) اپنے پیر و مرشد کی تعریف و توصیف میں قصیدہ لکھا ہے - نیز انہوں نے فارسی میں انکی سوانح عمری لکھی ہے اس میں انکے کشف و کرامات وغیرہ بیان کئے ہیں

اس تذکرہ کا نام تحفۃ الاحسن فی مناقب السید ابی الحسن ہے۔ اس کا ایک بہترین قلمی نسخہ کتب خانۂ لطیفیہ میں مخزون ہے۔ حضرت قربی کے حالات کے لئے یہی بہترین اور مستند ماخذ ہے۔

(۳) شیخ حبیب اللہ باقر آگاہ کے چچا۔ یہ قربی کی وجہ سے فارسی کے ماہر بنے۔ ویلور اور اس کے قرب و نواح میں اکثر فارسی کے تعلیم یافتہ ان ہی کے شاگرد تھے۔

(۴) عبدالحی خاں نواب انور الدین والی ریاست کرناٹک کے نواسے تفسیر و حدیث سے بڑی دلچسپی تھی۔ ان کے اتنے اونچے اخلاق تھے کہ خود قربی ان کے گرویدہ تھے اور انھیں اللہ والے کہا کرتے تھے۔

(۵) میرزا شہ نیاز خاں۔ یہ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی اولاد سے تھے۔ پہلے شیخ محمد ساوی کے مرید ہوئے اور پھر قربی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(۶) اسد خاں۔ بڑے دلیر تھے خدمتِ خلق کا جذبہ ان میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔

(۷) شاہ ابوتراب۔ یہ ایک صوفی خاندان کے فرد تھے۔ گلزار اعظم میں انکی شاعری کا تذکرہ ہے۔ قربی سے تعلق پیدا ہونے کے بعد ائی روحانیت پروان چڑھی۔

(۸) جمال محمد۔ یہ زمانۂ دراز سے مفلوج تھے۔ علاج سے بالکل مایوس تھے۔ حضرت قربی نے ان پر ادھر دم کیا اور اُدھر انہیں کامل صحت عطا ہوی تادمِ مرگ ان کے معتقد رہے۔

تصانیف قربی نے عربی فارسی اور دکھنی میں کتابیں لکھی ہیں جو سراسر

تصوف اور حقایق و معارف سے لبریز ہیں۔

عربی چند خطبات جو آپ جمعہ میں پڑھا کرتے تھے اور ایک عربی دعا جو خاص آپ کی تصنیف تھی۔ اسے خود آپ پڑھتے تھے اور اپنے مریدوں کو پڑھنے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ اسکے نمونے دستیاب نہیں ہوئے۔

فارسی آپ کی زیادہ تحریر فارسی میں ہوا کرتی تھی۔ آپ کی فارسی تصانیف حسب ذیل ہیں۔ یہ مختصر رسالے ہیں۔ کتب خانہ مدرسہ لطیفیہ ویلور میں ایک مجموعہ ہے۔ جو ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اسکے صفحہ ۲ تا ۸۴ پر قربی کے مختلف فارسی رسائل ہیں اور ۸۴ تا ۱۷۶ ایران کے فرزند اور خلیفہ و جانشین سید عبد اللطیف ذوقی کی لطائفِ ذوقی (صفحہ ۸۴ تا ۱۶۲) اور دیگر رسائل (۱۶۲-۱۷۶) ہیں۔ ہر صفحہ پر تقریباً سترہ سطریں ہیں۔ خط بالکل معمولی اور مختلف کاتبوں کا معلوم ہوتا ہے۔

ترقیمہ لطائف ذوقی:-

"ایں کتاب متبرکہ مولفۂ حضرت قدوۃ السالکین زبدۂ عارفین فرد زمانہ قطب یگانہ شیخ محی الدین شاہ عبد اللطیف ذوقیؒ و افاض علینا برہ و انوارہ مسمیٰ بہ لطائف ذوقی بتاریخ ہفتم صفر المظفر ۱۳۳۸ ہجریہ مقدسہ بعد نماز جمعہ بدست فقیر معاصی محمد عبد القادر الکلوی عفی عنہٗ نقلش اختتام پذیر رفت۔

اس کے بعد پھر ذوقی کے رسائل صفحہ ۱۶۲ تا ۱۷۶ پر نقل کئے ہیں۔

قربی کے فارسی رسائل حسب ذیل ہیں:-

(۱) رسالہ اثبات حقیقی (صفحہ ۲ تا ۸) اس میں واجب الوجود اور ممکن الوجود سے بطور سوال و جواب بحث کی ہے۔

(۲) رسالۂ حق الحق (صفحہ ۸ - ۱۲) اس کے متعلق یوں تصریح کی گئی ہے
"این رسالہ سیف قاطعیت در قطع شبہات و شکوک کہ بر کشف مطلق کہ کشف الہٰی است می آرند" اس اقتباس سے اس رسالہ کی ماہیت ظاہر ہوتی ہے:۔
"چنانچہ در کتب معتبرہ کلامیہ مرقوم است کہ یافت حق تعالےٰ بکشف است یا بدلیل آنانکہ بکشف یافتہ اند و تابع انبیا نشدہ حکماء اشراقیین اند و آنکہ بکشف یافتہ و تابع انبیاء شدہ صوفیہ اند۔ آنانکہ بدلیل یافتہ و تابع انبیاء نشدہ حکمای مشائین اند و آنکہ بدلیل یافتہ و تابع انبیاء شدہ متکلمین اند پس بہ توضیح معلوم شد کہ برای حصول آن احتیاج بارسال رسل و انزال کتب نیست فلہذا در زمان ما بعض جوگیاں و سناسیان نیز باں اند و آن مشروط بہ ریاضیات شاقہ و اشغال مقیدہ است کہ مشترک است درمیان اہلِ اسلام و ہنود چنانچہ در کتب سلوک مشروحاً مسطور است پس بہ یقین معلوم شد کہ کشف مقید مقصود بالذات نیست و آنچہ مقصود بالذات است علم باللہ است و آن اصطلاحست و موقوف است بر قالِ صحیح مرشد اصلاح دان و ارسال رسل و انزال کتب محض بر حصول آنست الخ"

اس میں بھی سوال و جواب کا پیرایہ ہے۔ مثنوی شریف اور کتب تصوف سے استفادہ ظاہر ہے۔

(۳) رسالہ برہان قاطع فی بیان توحید الجامع (صفحہ ۱۲ - ۱۳) آیۂ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس پر زور دیا ہے کہ
"پس منشاء غیریت حقیقی ایمان اول است و منشاء عینیت حقیقی ایمان ثانی و جمع ہر دو از کمال دین است"

(۴) رسالہ دلیل محکم فی بیان توحید الاقوام (صفحہ ۱۳ - ۱۵) ثبوتِ وجود بہ

عبد و سلب آن" سے بحث کرتے ہوئے گلشن راز کے اشعار نقل کئے ہیں جہاں وہ فرماتے ہیں کہ نہ حق بندہ ہوا اور نہ بندہ خدا ہوا ہے

میانہ رہ صراط مستقیم است ز ہر دو جانبش قعر جحیم است

(۵) رسالہ عین العیان صفحہ (۱۵-۱۷) اس میں مراتب وصول الی اللہ کے تین اقسام بیان کئے ہیں" واین توحید علمی وجودیست و این معرفت مطابق بہ واقعت و حصول آن موقوف ہر قال صحیح است و خبر مخبران صادق کہ مراد از اکمل است کہ ایشان را علم الہی سینہ بہ سینہ رسیدہ نہ ہر علمی اسمی و ریاضت شاقہ و کشف مفیدہ توحید شہودی و کشف کون و خرق عادات و اللہ بقول الحق و یہدی السبیل" پر ختم ہوتا ہے۔

(۶) رسالہ حق المعرفۃ (صفحہ ۱۷-۱۸)

"پس نتیجۂ این عبارت این بر آمد بیعت با خاصانِ الٰہی فرض است برای حصول معرفت خاص کہ مقصود آفرینش اوست از قال صحیح ایشاں حاصل می شود نہ از علم رسمی نہ ریاضات شاقہ نہ کشف مفیدہ نہ خرق عادات نہ انوار و حالات۔" گلشن راز سے یہ اشعار نقل کئے ہیں۔ رہا کن ترہات و شطح و طامات خیال نور و اسباب کرامات الخ

(۷) رسالہ تحفۃ الذاکرین (صفحہ ۱۸-۲۰)

"بدان ای عزیز این اذکار و اشغال مطلقہ است ہر کہ این اذکار و اشغال را بعمل در آرد خود مطلق شدہ با یمان مطلق و عرفان مطلق رسد و ہر شئی نزدیک او مطلق شود بفضل اللہ و کرمہ واللہ ذو الفضل العظیم"۔ ہر ذکر کا طریقہ مرشد سے جاننا لازم گردانا ہے۔

(۸) رسالہ کیمیای سعادت (صفحہ ۲۰-۲۱) اس میں طالب حق کیلئے چھ ہدایتیں دی گئی ہیں۔ (۱) انسان حصول معرفت الٰہی کے لئے پیدا ہوا ہے (۲) حصول معرفت الٰہی اسی دنیا میں ہے (۳) اس حصول کیلئے رہبانیت ترکِ دنیا غیر ضروری ہے (۴) غرور شوکت و ناموس دولت و شرافت و مشیخت درکار نہیں (۵) اس کا حصول مشائخ ارباب رسوم پر جو علم رسمی و ریاضت شاقہ و کثرت شہرت وغیرہ میں یگانہ ہیں موقوف نہیں ہے۔ لا تنظر الی من قال ولکن انظر ما قال پر زور دیا ہے۔ (۶) طالب صبر سے کام لے اور طریق جستجو سے دست بردار نہ ہو ؎

طلبگار باید صبور و حمول — کہ نشنیدہ ام کیمیاگر ملول

(۹) رسالہ وجدان (صفحہ ۲۱-۲۳) معنی وجدان تحت اختیار عباد نہیں۔ یہاں توفیق الٰہی درکار ہے اور اس کا جاننا قال صحیح مرشد کامل صاحب خبر ہی کی مدد سے ہے۔ لہٰذا تلاش پیر کامل پر زور دیا ہے ؎

من بجویم زین سپش راہ اثیر — پیر جویم پیر جویم پیر پیر

(۱۰) رسالہ خلاصۃ العرفان (صفحہ ۲۳-۴۴) اس میں بعض مہمات مسائل صوفیہ مثلاً ہر شئی اسم اللہ ہے۔ اسم عین مسمیٰ ہے۔ مسئلہ کل شئی فی کل شئی مسئلہ عینیت وغیریت۔ ہر شئی کو مراتب داخلی و خارجی ہے۔ مسئلہ ذات و صفات حق سبحانہ و تعالیٰ۔ مسئلہ زمان و مکان۔ مسئلہ معیت۔ مسئلہ روح۔ حق تعالیٰ عقل کل ہے۔ ذات عقل کل مظاہر خارجیہ نفس کل وغیرہم۔ اس میں سفر میلاپور پنجم شہر جمادی الاول ۱۱۸۰ھ وواپسی بتاریخ ۲۹ جمادی الآخر نیز ان کا ایک خواب اور اس کی خود تعبیر بیان کی ہے (صفحہ ۴۱-۴۴)۔

(۱۱) رسالہ جمع الجمع (صفحہ ۴۴ - ۴۵) کلام اللہ میں آیات عینیت و غیریت دونوں ہیں۔ اسی طرح احادیث اور اقوال بزرگان عینیت و غیریت پر ناطق ہیں۔ پس اولیاء و صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے جب دیکھا کہ لغت مطابق واقع نہیں تو اس مطابق پر جمع کرنے لگے کیونکہ واقع ہر دو جمع کے مقتضی ہیں۔ کہنے لگے کہ عینیت و غیریت اصطلاح ہے یعنی دو کے ساتھ ایک کی جمع اور ایک کے ساتھ دو کی جمع ہے پس یہ معنی مطابق واقع ہے اور واقع میں رب عین عبد اور عبد عین رب ہے ہر دو کے درمیان غیریت کے تمام مسائل عرفانی اصطلاحی ہیں۔ مثنوی

اصطلاحاتیست مر ابدال را　　　که نباشد زاں خبر اقوال را

(۱۲) تجدد امثال (صفحہ ۴۶ - ۴۸)

عینیت حقیقی۔ غیریت حقیقی۔ تجدد امثال کی دو قسمیں ہیں (۱) لغوی۔ (۲) اصطلاحی۔ لغوی مراتب خارجی میں ہوتا ہے مثلاً پرانے درختوں کو اکھیڑ کر نئے درخت اس جگہ لگانا۔ چراغ و شمع گل کرنا اور ان کی جگہ چراغ و شمع روشن کرنا۔ ایک رئیس شہر جاتا ہے اور دوسرا آتا ہے وغیرہ۔ تجدد امثال اصطلاحی مثلاً عالم ہر دم عدم کی طرف رواں ہے اور اس کے بدلے میں موجود بھی ہے۔ سرعت صنع کی وجہ سے اس کی تمیز نہیں ہوتی مثلاً شعلۂ جوالہ کہ نقطہ کی مثال پر ہے سرعت تحریک سے ایک دائرہ نظر آتا ہے یا خط دراز۔ یہ خلاف شرع ہے۔ مثلاً مقدمہ نکاح کہ ناکح و منکوحہ و قاضی و گواہان تمام اہل مجلس عدم کو چل بسے اور ایسے بہت سے امثال ان کی جگہ پیدا ہوئے۔ مطلب یہ کہ مستلزم بطلان نکاح ہے۔ الخ

(۱۳) رسالہ دلیل محکم (صفحہ ۴۸ - ۵۱) جب بندے کے صفات فنا ہو جاتے ہیں تو

حق کے صفات کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں اور بقا بن جاتے ہیں اور انکو صوفیوں کی اصطلاح میں قرب نوافل و نور و عارف الوجود و منزل لاہوت وغیرہ کہتے ہیں ۔ آخر میں اس پر زور دیا ہے کہ فنا و بقا سے مراد صوفیوں کے پاس گمان اور جہل کا دور کرنا ہے علم اور معرفت حاصل کرنا ہے ۔

۱۴ رسالہ لب السلوک (صفحہ ۵۱ - ۵۶) یہ سراسر اخلاق سے متعلق سالکوں کے لئے ہدایت نامہ ہے ۔ پندرہ نصائح ہیں اس میں طالبِ حق کے لئے چند ضروری امور کی طرف متوجہ کیا ہے ۔ (۱) علمِ عقائد و فقہ موافق ضرورت چاہیے قول و فعل میں تابع نقل رہے اور عقل کو چھوڑے کیونکہ اکثر فرق ضالہ عقل کی تبعیت سے گمراہ ہوئے ہیں ۔ نقل سے مراد جو کچھ اپنے مجتہد نے اصول و فروع مقرر کئے ہیں طالب کو ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے ان سے باہر نہ ہونا چاہیئے بس اسی میں راہ نجات دارین ہے (۲) حتی المقدور امر معروف و نہی منکر کرے کہ اس عمل سے بڑے بڑے فائدے منصور ہیں اس کام کے کرنے والے کا احادیث میں مفتاح الخیر نام ہے (۳) اپنے عیوب میں اس طرح مشغول رہے کہ مسلمانان دیندار کے عیوب پر اس کی نگاہ نہ پڑے (۴) اپنے آپ کو خوار و حقیر سمجھے کسی پر فوقیت نہ جتائے ہر شخص کو خود سے بہتر سمجھے (۵) راستی در کار و درستی در گفتار (۶) سخن حق کا تابع ہو ۔ اگر کوئی سچ بات کہے تو اسکا احسان ماننا چاہیئے ۔ رنجش اور دلگیری سے حذر کریں کہ یہ خاصیت نا انصاف لوگوں کی ہے (۷) دوست کی ایسی مدح نہ کی جائے کہ اس سے نقصان ہو ع نفس از بس مدحہا فرعون شد (۱۵) خاموشی کو ہر حال اپنے لئے لازم رکھے ۔ مرشد سے نعمت اذکار و اشتغال پا کر دل کی زبان سے مشغول یاد حق رہے

یہانتک کہ مقرب بساط قرب ہو جائے اس مقام سے ہی وصالِ الٰہی ہوتا ہے۔

(۱۵) رسالہ اسم اللہ (صفحہ ۵۶ - ۵۹)

(۱۶) رسالۂ توفیق (صفحہ ۵۹ - ۶۳)

(۱۷) رسالۂ مظہر کل (صفحہ ۶۳ - ۶۵)

(۱۸) رسالۂ حلّال در حل مسئلہ عینیت (صفحہ ۶۵ - ۶۶)

امین الدین خاں نے جو فضلائے ظواہر میں سے تھے قربی کے اعتراضات پر اعتراضات کئے تھے ان کا جواب زیادہ تر غلام محی الدین سید عبداللطیف ذوقی نے دئے تھے۔ یہ صفحات ۶۶ تا ۸۰ پر درج کئے گئے ہیں۔

(۱۹) رسالۂ ظہور ذات مراتب آن (صفحہ ۸۰ تا ۸۲)۔

(۲۰) ملفوظ قربی بر قرب (صفحہ ۸۳)

(۲۱) میزان العقاید پر یہ کتاب ۱۲۷۴ ہجری میں باہتمام سید شاہ محمد عبدالقادر ویلوری مطبع قادری ویلور میں حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوئی۔ اس میں تیس صفحے ہیں زیادہ تر عقاید صحیحہ اور شناخت مرشد کامل سے متعلق ہے اس میں نو باب ہیں۔ فصل اول۔ ایک جگہ یوں فرماتے ہیں "مردم بہ سبب ندانستن این عقاید صحیحہ مبتلا و صحبت پیرانِ رافضی یا ملحدمی شوند فی الحقیقت نہ ایشان پیران اند نہ آنان مریدان زیرا کہ این ارادت صحیح نیست چنانچہ زنی راکہ صاحب توقان است باعنین نکاح افتاد انعقاد نکاح او بقدرت بر صحبت اوست اگر قادر نباشد آن نکاحش صحیح نیست و فی الحقیقت نکاح او نشدہ است پس بران زن لازم است کہ فسخ نکاح کردہ با مردے کہ قادر باشد نکاح کند تا بمراد دل برسد و از حرام محفوظ ماند پس طالب حق کہ درد طلب الٰہی دامن گیر اوست بروے

لازم است کہ فسخ ارادت چنین روافض و ملاحدہ کند و با مرشد کامل بیعت نماید تا مراد دل خود کہ عرفان است برسد (صفحہ ۱۳) - مرشد کامل کی یوں تعریف کی ہے کہ وہ جامع اضداد ہوتا ہے حقیقت کو شریعت سے شریعت کو حقیقت سے ہمہ اوست کو ہمہ غیر اوست سے اور ہمہ غیر اوست کو ہمہ اوست سے ملاتا ہے - ملاحدہ کی صحبت سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے کیونکہ اس سے زیان دین و ایمان ہے اور مرشد کامل کی صحبت و خدمت پر زور دیا ہے کیونکہ یہ سرمایۂ سعادت دو جہانی ہے ایک ساعت ان کے ساتھ رہنا طاعت ہزار سالہ سے بہتر ہے۔

(۲۲) رسالہ منہج التحقیق فی افضلیت الصدیق یہ رسالہ ۱۲۷۶ھ میں مطبع قادری دیلوری میں طبع ہوا - اس میں چودہ صفحے ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے افضلیت حضرت صدیق اکبرؓ سے بحث کی گئی ہے - مصنف کے نزدیک اس کا مطالعہ بدعت و الحاد کے لئے شافی ہے۔

رد شیعہ پر ایک رسالہ گیارہ صفحوں پر مشتمل ہے ۱۲۷۴ھ میں نقل کیا ہوا کتب خانہ مدرسۂ لطیفیہ میں موجود ہے۔

شاعری

قربی ایک فطری شاعر تھے قدرت نے ان میں ملکہ شعر و شاعری ودیعت کیا تھا - نیز انکی والدہ کے خاندان کی طرف سے شاعری ان کو میراث میں ملی تھی - اس پر شیخ فخر الدین نائطی کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا - گھرانا صوفیانہ تھا اور تربیت عارفانہ - لہذا انکی شاعری سراسر صوفیانہ حقایق و اسرار سے لبریز ہوی - ان کا کلام بلاغت التیام زیادہ تر فارسی میں ہے ان کے فارسی اشعار میں غضب کی روانی ہے - بعض اشعار تو سہل الممتنع کی بہترین مثال ہیں - یہاں ان کی دو منتخب فارسی غزلیں اور چند اشعار پسند

پیش کئے جاتے ہیں:-

غزل

بحمد اللہ چہ دولت دارم امشب
کہ مہمان شد بت عیارم امشب

رخش گل چشم نرگس زلف سنبل
ز تاب این چمن گلزارم امشب

ز زلف او پس از چندین شب تار
بدست خویش تاری دارم امشب

ز ذوق دیدن آن روئے چون گل
سراپا دیدۂ نرگسی دارم امشب

شد از بے خوابیٔ شبہا بہ بیدار
بچشم این طالع بیدارم امشب

شود از دولت آن بخت بیدار
رفیقم بخت و دولت یارم امشب

دو عالم بر رخش قوبی حجاب است
حجاب از پیش او بردارم امشب

غزل

از روئے دلارامش تا دیدہ دلارامی
نقد دل من یک رہ شد غارتِ خودکامی

ساقی ہمہ را سرخوش از ساغرِ مئے کردی
بنوا ز مرا بارے از جرعۂ یا جامی

زاہد تو ز خودکامی مغرور بہ اسلامی
در مذہب مشتاقان چہ کفر و چہ اسلامی

اے ماہ دلارایم آن نام دلارایت
شد ورد زبانِ من ہر صبح و ہر شامی

اے دلبرِ مہ پیکر غیر از مدد لطفت
کئے بہرہ برد از تو ہر خون دل آشامی

از لعل شکر بارت شیرین ہوسی دارم
سازی شکر کامی از شکرِ دشنامی

دارند غمش قربی ہر عاشق و ہر زاہد
در آتش سوزندہ چہ پختہ و چہ خامی

ابیات متفرق

می داشتم بسینہ پوشیدہ درد عشقش
این اشک پردہ در شد راز نہان مارا

قربی چو می تراود آتش ز خامۂ ما
کاغذ کجا فراہم آرد بیان مارا

بر گوشۂ یاقوت لبت خال سیاہ است
در ہیچ دکانے شکرے بے مگسے نیست

انا الحق گفتن و جان باختن کیفیتی دارد
ز قربی پرس سِرّ این سخن مردانہ می گوید

قربی نظرِ پاک بہ باید کہ جمالش
از دیدۂ آلودہ کجا در نظر آید

او برائے عیش مخموران عشق آمادہ شد
از لب و رخسار او دل در چمن گل در چمن

قربی کا دکنی کلام | ان کا اردو کلام مشتمل ہے چند مثنویوں اور ایک دیوان پر۔

دیوان قربی کا متن دو قلمی نسخوں سے تیار کیا گیا ہے۔ (۱) جو میرے پاس کسی قلمی نسخہ کی نقل ہے۔ (۲) کتب خانہ مشرقی سالار جنگ کا نسخہ نمبر داخلہ ۵۵۰ نمبر کتاب ۴، فن کلیات و دواوین و قصائد اردو تعداد صفحہ ۶۱ فی صفحہ ۱۶ سطر

تقطیع ۸½ × ۶½" - خط معمولی نستعلیق بسا اوقات غلط - تاریخ کتابت درج نہیں -
آخری صفحہ پر کسی دوسرے خط میں یوں لکھا ہوا ہے - ہذا الکتاب اعنی دیوان قربی صاحب
از ملک غلام رسول خان المتخلص بہ نصیر بتاریخ بست و سوم شہر شوال ۱۲۷۰ھ
مرمت نمود تاریخ او بند نمودہ شد" - اس میں جملہ ۸۰ غزلیات ہیں - ہر غزل کی ابتدا
میں نمبر لگایا گیا ہے جو غیر معمولی ہے آخر میں ایک مناجات ہے - اس میں تقریباً
۱۹۷۶ ابیات ہیں - (۳) مجموعہ اشعار نمبر ۱۶۵ (۱۸۲) ورق ۶۱ تا ۶۴ قلمی کتب خانہ
مشرقی سالار جنگ ۹ سطری - معمولی نستعلیق - تقریباً چالیس اشعار

(۴) باقر آگاہ نے قربی کی چار اردو غزلوں کا انتخاب کیا ہے اور اپنے تذکرہ
تحفۃ الاحسن فی مناقب ...... میں ثبت تحریر کیا ہے ان میں سے دو غزلیں ج س
کے نسخہ میں نہیں - لہٰذا یہ دو غزلیں موجودہ دیوان میں شامل کرلی گئی ہیں - ان اشعار
کی تعداد ۲۵ ہے -

سن تصنیف

قربی نے یہ دیوان اپنے والد کی وفات کے دو سال بعد ۱۱۵۱ھ میں مرتب کیا - مناجات قربی کے آخری حصہ میں یوں لکھا ہوا ہے -

خدا ہے کریم اور تم (محمد صلعم) ہو کریم ۔۔۔ یو دونوں کریماں منے یک یتیم

دیوان

ان کا دیوان حمد سے شروع ہوتا ہے اور مناجات و دعا پر ختم ہوتا ہے -

باقر آگاہ نے ان کے اردو دیوان کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے : "یک دیوان
است کہ بسیاری از حقایق و معارف دران درج کردہ و مع ذالک معنوی ہے علے
انواع البلاغۃ والصنائع و مشتمل علی اصناف الفصاحۃ والبدایع"

صاحب گلزار عظم یوں رقم طراز ہیں۔

قربی نے اپنے دیوان میں جابجا حسن و عشق کی حقیقت، اہمیت اور اس کے منازل و مراحل بیان کئے ہیں۔ کیونکہ تصوف کا اصلی مایۂ خمیر عشق حقیقی ہے۔ صوفیوں کے مشہور عقیدہ اللہ جمیل و یحب الجمال کو اس طرح ادا کیا ہے :-

پرتو ہے حسن دولت کا ہر حسن جگ منے　　تو حسن اسی کا خوبی خوباں سو کر لحاظ
عاشق اپے ہوا اہ کرنے کو عشق بازی　　معشوق آپ ہو کر باوجہ انور آیا

معشوق کی جفا کاریوں کا یوں شکوہ کیا ہے۔

بے نیازی سوں تری جاں بلب آیا مجھے　　چھوڑ کر طور جفا کچھ رہ احسان میں آ
مت جفا کر باوفا ہوں میں　　چھوڑ عشاق سوں یہ راہِ نبرد

دراصل تصوف کا اصلی مقام عشق و محبت ہے اس عالم میں دوست اور دشمن کی تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ حقیقت کفر و اسلام دونوں سے بالاتر ہے۔

کفر و اسلام در رہت پویاں　　وحدہٗ لا شریک لہ گویاں　　ثنائی

اسی ضمن میں کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کفر و ایمان قرین یک دگر اند　　ہر کرا کفر نیست ایماں نیست

قربی نے انہیں خیالات کو یوں بیان کیا ہے ؎

بت کی عبادت کافراں کرتے سو حق کو پوجتے
حق کا عبادت گاہ ہے کیا مسجد و کیا سومنات
کافر سمجتا بت کو غیر۔ خیر اس واسطے ملعون ہوا
عاشق سمجتا عین حق گر لات ہے گر ہے منات

تو رام رام اگر کہے او اللہ اللہ ہی — اسباب کے سمج منے عرفاں سو کر لحاظ
پی شراب نام، رنداں اثر سوں کیف کے — ذکر اللہ اللہ ہوے گر کہے تو رام رام
مشکل ہے نکتہ کا سمج نا بوجھ ہر کیں کر بیاں — اسلام کوں اور کفر کوں باہم کلانا ہے عبث
غرض ، معرفت ہے غذائے روحانی — اس غذائے لطیف سوں مت رج

اس میں عقل کو دخل نہیں ہے

عشق کی رہ میں عقل یوں ہے ضعیف — جیوں کہ پنجے میں باز کے دراج
خرمنِ عقل کے جلانے کو — عشق کا ایک شرار بہتر ہے

وحدت الوجود کا مسئلہ صوفیانہ شاعری کی جان ہے۔ قربی کے تمام اشعار اسی محور پر گھومتے ہیں۔ آپ نے اس کو کئی طریقوں سے دلنشین کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ اور اس میں آپ کامیاب نظر آتے ہیں۔

وہی اک نور شاہد کا ہے رنگا رنگ کسوت میں
کہ جیوں آ ایک کثرت میں ہزاراں ہو رلک دستا
آسماں او، ابر او، او ہی زمین — خاک و آب و آتش و بارا ہوا
جلاء ہستی سو کر مجلا ہر ایک ذرے کی آرسی میں
کمال کی ہین سب جواہر الپس کا رخسار اپے نجھایا
وہی زمیں ہے، وہی فلک ہے، وہی پری ہے وہی ملک ہے
وہی سورج ہے وہی جھبک ہے وہی قمر ہو کو جھلملایا
اپے ہی ساقی، اپے صراحی، اپے ہی وہ جام اپے معاشر
اپے مغنی اپے ہی پاکوب، اپے ہی ہر ساز اپے بجایا
جا بہت کدے میں دیکھیا چشم یگانگی سوں — حق بن نہیں دسیا گر غیری ولاتا پایا

غیر خدا موجود نہیں ہے غیر سب تیرا گماں
تو آ یقیں کی راہ میں ہے عین حق عز ولات

یک اسم آ اطلاق میں یک ذات کے اسماء ہوا
یک ذات ہے تفصیل سوں سارے خلایق کی ذوات

خدا نما جو ہوا میں تو کچھ نہیں ہے عجب
کہ ہر ذرا ہے جہاں میں خدا نمائے دوست

خلق میں ہر ٹھار ہے حق کا ظہور
ہر ذرے میں ربنا تیرا ہے نور

نہیں ہے غیر حق موجود جگ میں
تجلی اس کی سارا انجمن ہے

ظہور دوست ہے کیا خار و کیا گل
وہی ہے کیا چمن ہے کیا دمن ہے

بوج اصطلاح صوفیاں سب چیز ہے سب چیز ہیں

ذرے منے خورشید ہے قطرے میں رود نیل ہے

زیر و بالا راست ہور چپ پیش و پس

حق ہے ظاہر توں اسی کو دیک بس

قربیؒ کا عقیدہ ہے ؎

صلح کل ہے جنگ کرنا نفس سرکش سوں مدام

تو خلایق سوں عبث رکھتا ہے رسم صلح و جنگ

قربیؒ نے علم و فضل بڑی محنت کر کے استادوں سے حاصل کیا اور روحانی ترقی اپنے والد جیسے خدا رسیدہ بزرگ، فخر الدین نائطی، حضرت سید علی محمد اور شیخ عبدالحق مخدوم ساوی قدس اللہ اسرارہم جیسے صوفیائے کرام کے فیضان تربیت سے پائی۔ اور یوں بھی سالک بغیر مرشد کے سلوک کے منازل طے کر نہیں پاتا۔ لہذا قربی نے اپنے مرشدوں کے متعلق یوں فرمایا ہے۔

یوں نفس دوں ہوا سوں پکڑے لیا تھا میری

مرشد کی کفش اٹھا میں اس سوں نجات پایا

ہر شے ہے عین ہر شے بی شے ہے غیر ہر شے

مرشد کے لطف سوں میں کیا خوب بات پایا

اطلاق شرع حاصل ارشاد پیر سوں کر

بن پیر کے شرایع ہیں سب گمان سوں محجوب

طالب کو فرض عین ہے کامل سوں رکھنا احتیاج

نفسانیت کے درد کا اُن خوب کرتا ہے علاج

گر تربیت میں اُن کرے ابرو ترش تو باک نیں

ترشی بہت درکار ہے طالب ہے صفرائی مزاج

معرفت کے مشکلات سارے کھلیں گے دل اُپر

گر رضا مندیٔ مرشد ہوے گی تجھ کوں مدد

پیر وہ ہے عشق کا لذت چکا دیوے مراد

کر یقیں دل میں رکھے پا کر مراد او ہے مرید

ہے حقیقت میں پدر تیرا وہی مرشد یقین

توں ہوا پیرو تمام اس کا تو فرزند رشید

علم نکتے کا جب لیا ارشاد پیر سوں سب سوں میں ہوا آزاد

معرفت کے حاصل کرنے میں شریعت کی پابندی ضروری ہے ۔ اس لیے اپنے اشعار میں زور دیا ہے اور نام نہاد پیروں اور مرشدوں سے بچنے کی تاکید کی ہے ہے

کیا عقیدہ، کیا عمل، کیا علم کر تو وقف شرع

جو رہ سنت سوں خارج او لیا کن او ہے رد

شرع کو مت بوج مثل ملحداں فعل عبث

پونچ کامل معرفت کوں انبیا باندھے ہیں حد

چہتا ہے گر خدا کی تو عرفاں سو اطلاع
کر تو یقین سوں شرع و حقیقت میں اجتماع

اس نفس کے آند سوں ہونے کو خلاص اکثر
پیراں تو پکڑتے ہیں پن پیر خدا دینا

دینی یا دنیوی مراتب کبھی بھی محنت و مشقت کے حاصل نہیں ہوتے،
علی الخصوص برکات صبح دم یا بقول اقبال "آہ سحر گاہی" کی فضیلت یوں ظاہر کی ہے:

عشاق میں مقدمہ سر اسے ملیا
جن عشق میں ہوا ہے مقدم علی الصباح

کرتا ہے جن رواں سپہ اشک ہر سحر
ہے ملک راز اس کوں مسلم علی الصباح

کریم عبح کر برکات اس میں ہیں بہوت
عشاق سب ہوئے ہیں مکرم علی الصباح

قربیؒ نے اپنے متعلق اشعار میں یوں تذکرہ کیا ہے اگرچہ یہ تعلی کے اشعار
ہیں تاہم ان سے ان کا صحیح مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

سخن قدیم مغاں کا کیا ہے قربی نقل
اگرچہ خلق کنے ہے نوا نوا اے دوست

اے محرم خدائی یک ذرہ غور کر دیک
نکتے بھرے ہیں نہ کہ قربی کے ہر سخن میں

جام و می بوج پر تو ساقی
عاشقانہ کلام میرا ہے

غیر نیں جگ میں اوچ ہے ظاہر
طالبان کو سلام میرا ہے

ہر بندی کو لا کر اب منتہی کریں گے
ہر بے خبر کو پل میں حق کی خبر کریں گے

دانش سوں نارواکوں ہم اب رواکرینگے
یں پن کے ہر مرض کو لایق دعا کریں گے

قربی نے یہ دیوان ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ میں مرتب کیا جبکہ انکی عمر ۴۴ سال کی تھی اس
زمانے میں ولی کا طوطی بول رہا تھا ۱۷۰۰ء میں ولی شمالی ہند کو ایک ادبی ضرورت
بن گئے۔ ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۲ میں وہ دوسری دفعہ دہلی گئے ہوں یا نہیں لیکن اتنا تو یقینی ہے کہ

ان کا کلام دہلی پہنچ گیا تھا اور وہاں ان کے کلام پر طبع آزمائی ہو رہی تھی۔ پندرہ سال کی عمر میں انکی شاعری فخرالدین نائطی کی صحبت سے پروان چڑھی۔ بہت ممکن ہے کہ فارسی کے ساتھ دکنی میں بھی کچھ طبع آزمائی کی ہو۔ اور ان کے پیش نظر دکنی شعرا مثلاً نصرتی۔ ابن نشاطی۔ وجہی غواصی اور انکے ہم عصر دکنی شعرا داؤد، سراج اورنگ آبادی، عارف الدین، عاجز سید عبدالولی کے دواوین رہے ہوں قراین سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام شعرا میں ولی دکنی کے کلام کی طرف زیادہ مائل تھے کیونکہ انکی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انکے پیش نظر ولی کا دیوان تھا اور انھوں نے اپنی طرز پر ولی کا تتبع کیا ہے۔ ولی کی غزلوں پر غزلیں کہی ہیں۔ یہاں مثال کے طور پر ولی اور قربی کے ملتے جلتے اشعار دئے جاتے ہیں۔

ولی

وہ صنم جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ — ماہ من شمع نمن دل کے شبستان میں آ

آتش عشق پڑا عقل کے سامان میں آ — نور دیدہ ہو مری چشم کے ایوان میں آ

غم سوں تیرے ہے ترحم کا محل حال ولی — بے نیازی سوں تیری جاں بلب آیا ہے مجھے

ظلم کو چھوڑ سخن شیوۂ احسان میں آ — چھوڑ طور جفا کچھ رہ احسان میں آ

یوتل تجھ مکھ کے کعبے میں مجھے اسود حجر دستا

تجھے دل میں اپس کے دیکھ دلبر کا جھلک دستا

زنخداں میں ترے چاہ زمزم کا اثر دستا

یقیں سوں کفر و ایماں میں تو مل اور ہور الگ دستا

سجن اول کے زمانے میں توں نہ تھا گستاخ — نہ کی رہ میں ترک قدم گستاخ

اسی دنوں میں ہوا ہے تو کیا بلا گستاخ　　بے قدم کے نہ مار دم گستاخ

نہیں مرے دل کو تری زلف کے چوگاں سوں خلاص

اس نفس کی خودی سوں ہونے کے تئیں خلاص

زلف تیری سوں لیتا ہے مجھے اک روز خلاص

لیتوں پناہِ پیر او ہے احسن المناص

پھرتے ہیں تیرے عشق میں مجنوں ہو یاراں ہر طرف

جلوہ گر جگ میں وہی ہے جلوہ فرما ہر طرف

گرتے ہیں تیرے بِرہ کے یک سر پوگاراں ہر طرف

یوں حرف بوج توں یقیں سوں اس حرف میں ہیں حرف

غرض قربی کے دیوان سے کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے صاف طور پر پتہ چلے گا کہ انکے پیش نظر ولی کا دیوان رہا ہے اور انہوں نے اپنے طور پر ولی کا تتبع کیا ہے۔ دکنی زبان کو برقرار رکھا ہے۔

ولی کے دیوان سے شمالی ہند میں اردو شاعری کی تحریک ہوئی اور یہاں علاقہ مدراس میں ان کے دیوان سے اردو شاعری کا آغاز ہوا اس ادبی تحریک سے کئی دکنی شعرا ارکاٹ، ولیور، مدراس، ترچناپلی، مدورا، ترناولی اور دیگر مقامات تنجاور رام ناد سیلم وغیرہ میں پیدا ہوے اور اس طرح شعر و شاعری کے ذوق نے رفتہ رفتہ جنوبی ہند میں ہندوستان گیر اردو کو پھیلنے اور پھلنے کا موقع دیا۔ کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ شمالی ارکاٹ جہاں تمامتر تامل زبان بولی جاتی ہے وہاں کی آبادی کا تامل مادری زبان بولنے والا معتدبہ حصہ ایک سو سال کے اندر نہ صرف اردو بولنے لگا بلکہ کئی اردو کے شعرا بھی پیدا کئے یہ تمام فیض حضرت قربی ویلوری کا ہے

ان کی علمی و ادبی خدمات سے سارا جنوبی ہند مالا مال ہے۔ انکے خاندان نے علم و ادب اور ثقافت کی پرورش کی۔ اور اس خشک علاقہ میں عربی، فارسی، اردو علم و فنون کے دریا بہا دئے۔ یہاں کے علم و ادب پر انکے بڑے احسانات ہیں انکا مطالعہ کرنا اور انکا ایک صحیح مقام دکنی ادب میں متعین کرنا اپنی احسان مندی کا اعتراف کرنا ہے۔

یہاں مجھے اپنے محترم دوست پروفیسر سید محمد ایم اے کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ آپ نے اس دیوان کی تیاری اور مقدمہ نگاری نیز اسکو حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کرنے میں میری بڑی مدد فرمائی۔

مہتاب منزل
شیواجی نگر ترویتی

سید محمد فضل اللہ

کتابیات

نصیر الدین ہاشمی : مدراس میں اردو

" " : دکن میں اردو

محمد یوسف کوکن : مضمون قربی (مدراس یونیورسٹی میگزین)

ابراہیم : تذکرہ اولیائے بیجاپور (قلمی) فن تذکرہ فارسی نمبر ۱۶۹ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد۔

عبداللطیف ذوقی : لطائف ذوقی (قلمی: مخزونہ کتب خانہ لطیفیہ حضرت مکان ویلور)

باقر آگاہ : تحفۃ الاحسن فی مناقب السید ابی الحسن (قلمی مخزونہ کتب خانہ لطیفیہ ویلور)

اِن سائیکلو پیڈیا برٹانی کا (۱۱) واں اڈیشن صفحہ ۲۳۶ ۳ -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

(۱)

ثنا کہتا ہوں صدقِ دل سوں میں مولیٰ تعالیٰ کا
اگرچہ ہو نہیں سکتا ثنا اس ذاتِ اعلا کا
وہی ہے گلشنِ ہستی میں مالی اسکی قدرت کا
گلِ تر وجہ گُل رُخ کا صنوبر قد دلارا کا
صدف میں ایک قطرے سوں کیا ہے لولو والا
وو قطرے سوں کیا شاداب قد شمشاد بالا کا
اسی کی حمد میں دایم زباں بھرتی ہے عالم کی
اگرچہ کوئی ثنا کہتا ہے ماہِ مہر سیما کا
عبادت میں اسی کے ہیں سبی ذرات عالم کے
اگرچہ کوئی کیا پوجا بتِ بی دست و بی پا کا
ہریک ذرہ اشارت ہے یہی توحید برحق ہے
اگر توں ہے اشارت فہم کر ادراک معنا کا
اپس کی ذات کوں لاکر کہ ہووے کشف الا اللہ
بغیر از لا کے نا کہہ لے تجھے اسرار الا کا

دِسے گا وجہ اُس کا ہر ذرے سوں گر کریگا حل
یقیں سوں ثمّ وجہِ اللہ کے مشکل مُعمّا کا
ذراتِ خلق میں ہے غیرِ ذاتِ لم یزل ہرگز
تو ہر یک ذات کوں پر تو سمج اس ذاتِ والا کا
صفت ہور اسم ہر شی کا صفت ہور اسم حق کا ہے
کہ ہے اسم و مسمّیٰ عکس اُس اسم و مُسمّا کا
تجلّی ہے یو سب غیبِ ہویت ہور وحدت کی
اگر ہے جہل جاہل کا وگر ہے علم دانا کا
بغیر از عاجزی قطبیؔ تجے چارہ ثنا سوں نیں
کہ جیوں کہنا اتھا تیوں نیں کہے کوئی حمد مولا کا

﴿ ۲ ﴾

اسمِ مطلق کر ظہورِ اسما ہوا
کر یقیں او عین سب اشیا ہوا
اسم کوں عینِ مسمّیٰ بول توں
او مسمّیٰ عینِ کل اسما ہوا
یو ہی نکتہ عشق کا بوجے گا او
جس کے دل میں عشق کا ماوا ہوا
جو زباں سوں بولتا سو اسم ہے
جسم و جاں ہور صورت و معنیٰ ہوا
ملتجی ہور ملتجا او اسم ہیں
اسمِ حق کا اسمِ حق ملجا ہوا
آسماں او ابر او او ہی زمین
خاک و آب و آتش و بارا ہوا
ذکر کر ایسا کہ سب مجنوں کہیں
یو خبر ہے اُس کا یو فحویٰ ہوا
اسمِ مطلق کا کیا قطبیؔ بیاں
پاوے گا یوں رمز جو دانا ہوا

(۳)

ہے احمد و محمد سرخیل انبیا کا
بے میم احد کو آیا ہے عین او خدا کا

وہ شاہ اگر عرب ہے بے عین عین رب ہے
جو کچھ کہے سو سب ہے دُرِ لجۂ صفا کا

ہے ذات اس کی مطلق اوچ عبد ہور وہی حق
حق سوں کتا ہوں یو حق نیں یوں بچن ریا کا

اوچ آسماں زمین او بحر و درِ ثمیں او
در ہر مکاں مکیں او گل باغ اصطفا کا

حسنِ ازل کا مظہر بے واسطہ او سرور
ہر حسن جگ میں یکسر ہے پرتو اس بہا کا

او افضل البشر ہے او شافع حشر ہے
ہر جا وہی نشر ہے سالار اصفیا کا

جو جگ منے ہے پیدا جو چیز ہے ہویدا
ہے اس کے مکھ کی شیدا او اصل ہے ولا کا

شاہِ جہاں وہی ہے نورِ عیاں وہی ہے
مقصودِ جاں وہی ہے عشاقِ بے نوا کا

جو چیز ہے جہاں میں جو نام ہے دہاں میں
جو ہے عیاں نہاں ہے (وہ[1]) نام مصطفیٰ کا

(۱) س: ہے نام

کیا عشقِ کہنہ و نو اس عشق کا ہے پرتو
ہے خلق میں تک و دو اس عشق اس ہوا کا
قربیؔ تو بے نوا ہے دل میں تری ہوا ہے
قرباں ترا ہوا ہے دے قرب اسی[1] خدا کا

(۴)

ہے محمدؐ حبیب مولا کا — ہے ازل سوں قریب مولا کا
کُنہ اس کا نہیں کسے معلوم — او ہے سِرِّ غریب مولا کا
افضل الانبیاء محمدؐ ہے — سب پو فضلِ عجیب مولا کا
قاف تا قاف سب مطیّب ہے — اس سوں آتا ہے طیب مولا کا
دینِ مطلق کی دعوتِ حق میں — او ہے ہر جا مجیب مولا کا
دفع کرنے شرارۂ دوزخ — ہے او مفضل نقیب مولا کا
نہ کے آداب اس سوں سیک[2] تمام — ہے او سرور ادیب مولا کا
رغبت اس کی متابعت کا کر — مصطفےٰ ہے رغیب مولا کا
گلشنِ وحی میں او افصح ہے — نغمہ زن عندلیب مولا کا
بوج اس سوں حسابِ رشتے کا
او ہے قربیؔ حبیب مولا کا

(۵)

عینِ اعیانِ دو عالم ہے محمدؐ مصطفےٰ
مہرِ موجِ استقامت ماہِ برجِ اصطفا

[1] س: اسی صحیح املا ہے۔ [2] س: سیک۔ اصل میں سیک یعنی سیکھ۔

پرتو اس کے ہے حقیقت کا یو سب ذراتِ خلق

آفتابِ چرخ وحدت کا ہے عکسِ حق نما

عبد او ہی رب وہی (او) سب وہی[1] ہے جگ منے

اس کے ہیں اطلاق کے درجات اشیاء بے خطا

سب مراتب داخلی کے ہیں مراتب خارجی

داخلی کوں خارجی ہے آرسی (اسے[2]) باصفا

عینِ ہر ذرہ محمدؐ فی العیاں دیکھے گا توں

گر تو اشیا کی حقیقت کوں کرے[3] گا (سامنا)

عینِ اشیا غیریت کے سات بوج ایقان سوں

عین جوں ہے غیر ویں ہے خلق سوں او مجتبیٰ

آسماں او ہے زمیں او بحر و بر معدن وہی

دُر وہی گوہر وہی بجہ توں وہی ہے جا بجا

ہر ذرہ احمد ہے جگ سوں بوج احمد آپ کوں

اب جہاں میں تو اَنا احمد کا نقارہ بجا

تن محمدؐ جاں محمدؐ صورت و معنی وہی

یو معمّا ہے سمجھ کامل سوں اس کا مدعا

نہ کی لذّت سوں محمدؐ نام کر ہر چیز کا

ہے حقیقت میں محمدؐ عین ہر شئے اے فنا

---

[1] س: وہی سب۔ [2] س: آرسی باصفا۔ [3] س: کرے گا۔

ملتجا جس چیز کوں جگ میں کرے گا آپنا

تو یقیں سوں بوج تیرا ہے محمدؐ ملتجا

دانشِ مطلق کا منبع یا محمدؐ تونچہ ہے

قربیؔ قرباں کو تیرے علمِ مطلق کر عطا

(۶)

جب[1] جب سوں باغ میں او سروِ سمن بر آیا

خدمت میں اس کے برپا ہونے صنوبر آیا

عشّاق کی مژہ سوں لہو بیٹنے کے خاطر

مہ کی مژہ کا ہر مو ہو تیز نشتر آیا

تیری گلی ہے بہتر کعبہ سوں اے مہِ من

تیری گلی میں یو دل ہونے مجاور آیا

عاشق اپے ہوا او کرنے کوں عشق بازی

معشوق آپ ہو کر با وجہِ انور آیا

ذرات میں جہاں کے وجہِ لطیف دکھلا

عاشق کی دلبری میں ہو کر دلاور آیا

ہر ذرّہ عین اس کا ہور غیر بی ہے اس کا

حیرت میں ڈال سبکوں ہو سب سوں برتر آیا

---

[1] اس غزل کی زمیں میں حضرت قربیؒ کے فرزند اور شاگرد ذوقی نے اپنے پیر و مرشد قربی کی شان میں ایک دکنی قصیدہ قلم برداشتہ لکھا۔

یک حرف تھا الف سوں ہو کر تمام حرفاں
ہو لفظ ہور عبارت صد لک ہو دفتر آیا

صورت وہی وہی جسم معنی وہی جاں
ہر شے سے ہو مصور او نا مصور آیا

ابلیس اپی ہوا او گمراہ اس کوں کرتے
آدم اپیچہ ہو کر اس کون رہبر آیا

وو اسمِ ذاتِ مطلق حق ہادی و مضل ہیں
ہر اسم کا اپس کے ہو آپ مظہر آیا

تجہ گوش کے صدف میں اس کا چ جاے گرنے
قربی کے بحر دل سوں غلطاں ہو گوہر آیا

(۲)

سمن براں کے مشاہدے کا یو من میرا جب سوں ذوق پایا
گل و گلستان کا میر تج کرانے سوں نسدن پرت لگایا
تو ہو مشاہد اپے او شاہد لباسِ رنگیں میں ہر ذرے کی
نظر میں آنے کوں عاشقاں کی اپسکوں آپے سنوار آیا
اپس کی[۲] حسن و ادا کی غیرت سوں غیریت[۳] کوں ندے ٹھکانا[۴]
لباسِ اغیار پین اپس کوں نظر سوں اغیار کے چھپایا
جلاءِ ہستی سوں کر مجلا ہر ایک ذرے کی آرسی میں
کمال کی پین سب جواہر اپس کا رخسار اپے نجھایا

---

۱ س: ہور۔ ۲ س: کی املا گے کے لیے ۳ س: غیرت۔ ۴ س: تھکانا املا = ٹھکانا۔

وہی زمیں ہے وہی فلک ہے وہی پری ہے وہی ملک ہے
وہی سورج ہے وہی جھلک ہے وہی قمر ہو کو جھلجھلایا

اپے ہی ساقی اپے صراحی اپے می و جام اپے معاشر
اپے مغنی اپے ہی پاکوب اپے ہو ہر سار اپے بجایا

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ بولیا دلیلِ برحق یگانگی پر
بھی کُلِّ شَیْئٍ مُحِیْطٌ کہہ کر وہی پرم کا مزہ چکایا

دلیلِ فَاَیْنَمَا تولّوا فَثَمَّ وَجْہِ بوجہ قربیؔ
ہر ایک ذرے میں وجہ انور[1] (ہو) اس کا عشاق کو بتایا

(۸)

دلبر اگر مہر سوں لطف کرے تو بھلا
بیدل اگر صدق سوں نہ میں مرے تو بھلا

وصلِ دلارام کی صبحدم رکنے کے تئیں
ہجر کی تاریک شب بیگ[2] سرے تو بھلا

چشم کے دو آہواں حسن کے بستان میں
سنبل تریا سمن نہ سوں چرے تو بھلا

عشق کی شوقی کتیں شوق کی لذت ستی
ابر نمن چشم سوں آب جھرے تو بھلا

عاشقِ صادق اگر ذات کر اپنی فنا
ذات میں اللہ کے خوں کو ہرے تو بھلا

لجۂ وحدت کتیں نیں ہے کنارا کہیں
عاشقِ صادق اگر اس میں گرے تو بھلا

قربیؔ بیچارہ گر چھوڑ خودی کوں تمام
اپنے خدا کی طرف دل سے پھرے تو بھلا

(۹)

محبوب کے اوپر سوں جیوں کو نثار کرنا
یک جیو کیا اچھیگا بل صد ہزار کرنا

[1] س: انور اس کا۔ [2] س: بیگ بمعنی بیگی

اس زلف مشک سا کا ہر تار مار دستا　　دل باندھنے کو اس میں ناتار مار کرنا
دے اختیار میں اس سب اختیار اپس کا　　اس کی رضا میں چلنا نِت اختیار کرنا
نفسانیت کا دریا دریائے[1] بیکراں ہے　　اللہ کی مدد سوں کشتی کوں پار کرنا
ہر چیز دو جہاں میں بیگانہ حق سوں نیں ہے　　یو نکتہ ہو یگانہ توں اعتبار کرنا
یک کو ہزار کرنا کرنا ہزار کو یک　　مذہب میں عاشقاں کے ہے یوں شمار کرنا
گر کارِ عشق کرنا اپنے پو بار عرفاں　　صحبت میں عاشقاں کی یولیا کاروبار کرنا

دل کی زمیں برہ سوں کر داغ داغ قربی
عشاق کے چمن میں یوں لالہ زار کرنا

۱۰

تدبیر تو کرتے ہیں تدبیر خدا دینا　　دارو بھی کھلاتے ہیں تاثیر خدا دینا
ہر میر جو آتا ہے، عالم پہ ستم کرنے　　عالم پو کرم کرنے کوں میر خدا دینا
اس نفس کے اندے سوں ہونے کو خلاص اکثر　　پیراں تو پکڑتے ہیں پن پیر خدا دینا
ہر فقر جو آتا ہے بیگی سوں گذر جاتا　　پن فقر ہمارے کوں تیسیر خدا دینا
پابوس سوں عالم کی توقیر نہیں آتی　　بندے کوں عنایت سوں توقیر خدا دینا
فِیۡ اَنۡفُسِکُمۡ بولیا عرفاں کے گہر رولیا　　اس آیتِ مشکل کے[2] تفسیر خدا دینا
اس زہد ریائی سوں دل صاف نہیں ہوتا　　قربی یو سیاہی کوں تنویر خدا دینا

۱۱

تجے دل میں اپس کے دیک دلبر کا جھلک دستا
یقیں سوں کفر و ایماں پہ تو مل کر ہور الگ دستا

---

۱ س: دریای اطلا دریائے۔　　۲ س: کے = کی۔

وہی یک نور شاہد کا ہے زنگار رنگ کسوت میں
کہ جیوں آ ایک کثرت میں ہزاراں ہور لک دستا

نہیں ہے پست و بالا کچھ سخن میں اس وہی شاہد
زمیں دستا ہے پستی میں بلندی میں فلک دستا

وہی یک ذات ہے یاراں یقیں کے چشم سوں دیکھو
ضلالت ہور ہدایت میں کہ ابلیس و ملک دستا

میرا دل طورِ سینا ہے یقیں سوں بوجھتا ہوں میں
کہ اس میں جب بجھایا نار موسیٰ کا جلک دستا

نگہ تجہ لطف کے دلدار عینِ جاں نوازی ہے
اگرچہ قتل میں عاشق کے خنجر پر پلک دستا

پُنم کے چاند سے رخسار کے گوشے میں جھوش کے
ستارے تیوں او موتی گوشوارے کے جھلک دستا

ستیا او ماہِ رُخ پرتو اپس رخسار کا قربی
کہ دل تیرا مثالِ مہرِ نورانی دلک دستا

(۱۲)

کسی کا عشق میں پروانہ کرنا
شمع پر نہ کے دل پروانہ کرنا

یو ملکِ دل کتیں تسخیر کرنے
شکر لب خط ترا پروانہ کرنا

ہوا میں عشق کے پرواز کرنا
یو مرغِ دل کی کیوں پروانہ کرنا

برہ کی راہ میں دل جمع ہونے
انجو دیدان سوں دانہ دانہ کرنا

۱؎ کے بمعنی کی۔ ۲؎ ستیا = ستّیا۔

سخن کرنے کوں عرفاں کے مزہ سوں — جہاں میں آپ کوں دیوانہ کرنا
انا الحق بول کر معذور ہونے — اپس کوں خلق میں مستانہ کرنا
جہاں میں غیر حق نیں دل کو اپنے — انا اللہ بولنے مردانہ کرنا
انا اللہ ہور انا الفاعل کتا ہوں — تو کس کوں حق سوں اب بیگانہ کرنا

اگر کاناں میں دلبر کے کرے جا
سخن قربی ترا دردانہ کرنا

(۱۴)

ماہِ من شمع نمن دل کے شبستان میں آ
نور دیدہ ہو میری چشم کے ایوان میں آ
بے نیازی سوں تیری جاں بلب آیا ہے مجے
چھوڑ کر طورِ جفا کچھ رہ احسان میں آ
دل تو[1] بے حال ہوا گوئی[2] نمن سرگرداں
زلف پر پیچ کے چوگان لے میدان میں آ
سرو شمشاد و گل و لالہ اسی کا ہے ظہور
دیکھنے اس کے ظہورات کوں بستان میں آ
صورتِ لفظ و عبارات و معانی اندر
جلوہ گر تو نجہ ہوا ہے میرے دیوان میں آ
سخت پردا ہے گماں دیدۂ دل پر قربی
دیک کہ یار کا ہر جا رہِ ایقان میں آ

---

[1] س: دل بے جان۔ [2] گوئی در اصل گوئے۔

ایک راتؔ بخت سوں میں رنداں کا سات پایا
عرفاں کے ملک دیں پر حق سوں برات پایا
مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ کا انجن لگا کو دیکھا
ہر چیز ذات حق بن میں بے ثبات پایا
یو نفسِ دوں ہوا سوں پکڑے لیا تھا میری
مرشد کی کفش اٹھائیں اس سوں نجات پایا
یو قول و فعل میرا مجہ اختیار سوں نیں
ہت پنج مات کی میں آپس کی ذات پایا
تسلیم کر اپس کوں اس کی رضا کے اوپر
محبوب کا اپس پر نت التفات پایا
جا بت کدے میں دیکھا چشمِ یگانگی سوں
حق بن نہیں دسیا گر عزّیٰ و لات پایا
اسم و صفت کا جلوہ، اسم و صفت میں دیکھا
ہر ذات کوں خدا کی میں عینِ ذات پایا
قطرہ ہے عینِ دریا، دریا ہے عینِ قطرہ
بھی دونوںؔ غیر ہی ہیں نادر یو بات پایا
ہر شئے ہے عینِ ہر شئے، بھی شے ہے غیر ہر شے
مرشد کے لطف سوں میں کیا خوب بات پایا

۱؎ س: سات۔ ۲؎ س: عیب۔

مہتابِ علم سلگا گل ریز معرفت کے
کر جہل کوں ہوائی خوش شبرات پایا

روں روں زباں کروں تو اس کی ثنا نہ سرسی
قربی کرم سوں حق کی کیا خوش نکات پایا

(۱۵)

عشق میں تار مار نا کرنا
عقل کا کاروبار نا کرنا

مذہب دلبراں ہے عاشق کا
جیو لینے میں عار نا کرنا

چل سدا اختیارِ دلبر میں
آپنا اختیار نا کرنا

رہ تو گمنام عشق کی رہ میں
آپ کوں آشکار نا کرنا

ہجر دلبر کو جب عزیز لگیا
وصل کا انتظار نا کرنا

آرسی تیوں یو دل کو کرنا صاف
تن کے اوپر سنگار نا کرنا

جس محل میں حسابِ وحدت ہے
ایک کو واں حساب نا کرنا

جب وجودِ خدا کا سب ہے ظہور
غیر کا اعتبار نا کرنا

دیکھنا دوست کا وظیفہ بس
ورد لیل و نہار نا کرنا

جان حقیقت کا مہر جلوہ کیا
واں خودی کا غبار نا کرنا

عشق کی رہ میں نا صبور اچھنا
شیوۂ اصطبار نا کرنا

دل میرا نہ سوں زار ہے جانا
صید لاغر شکار نا کرنا

نہ کی سختی کا ہووے جب طمع خاں
آپ کو برکنار نا کرنا

یار حاضر ہے قربی اس پر سوں
جان و دل کیوں نثار نا کرنا

(۱۶)[1]

خلق ہیں دوست عیاں تھا منجے معلوم نہ تھا
پردہ پوشش اوس کا گماں تھا منجے معلوم نہ تھا

پیو ہور جیو ہوا ایک گمان جانی سوں
یوں گماں آفتِ جاں تھا منجے معلوم نہ تھا

بی نشانی سوں نشاں منْد کیا تھا اس کوں
عشق بے نام و نشاں تھا منجے معلوم نہ تھا

عمر اوراق پھرانے میں گنوایا ساری
علم نکتے میں نہاں تھا منجے معلوم نہ تھا

زلف ٹھہنی میں دسیا مہ کا نول رخسارہ
شب میں خورشید نہاں تھا منجے معلوم نہ تھا

سرو دستا تھا چمن بیچ ولی قد مہ کا
چشم کی جو میں چھپاں تھا منجے معلوم نہ تھا

گل و گلزار کا گلگشت عبث تھا قربیؔ
مکھ سمن بر کا جناں تھا منجے معلوم نہ تھا

ردیف با

(۱۷)

آنچل نکال رُخ پو تے اے ماہِ مہر تاب
خورشید سے یو رُخ پہ تیرے خوش نہیں نقاب

---

[1] : باقر آگاہ نے اپنے تذکرہ تحفۃ الاحسن میں یہ غزل منتخب کی ہے۔ دیوان میں موجود نہیں۔ سراج کی غزل پر یہ غزل لکھی گئی ہے۔ دیکھو ۹۵

وحدت کی رہ میں عاشق و معشوق ایک ہے
یو نکتہ ہوشمند کنے نیں ہے در حساب
چوری میں شہرِ علم کے تیرا مقام ہے
بوجیا ہے جہل کی توں خرابی کو مستطاب
جب علم ہی حجاب بڑا رہ میں عشق کی
یک نکتہ پر توں نہ کانکو دیک سو کتاب
نکتہ کا بھید عارف و واصل کے موں میں ہے
مفہوم نیں کیا ہے یو سِرّ صاحب لباب
او توں ہی توں وہی ہے بی دونوں بی ایک نیں
عشاق بوجتے ہیں یو رشتے کا پیچ تاب
مطلق ہے دو جہان میں ہر ذرہ اے جوان
بل مظہرِ اتم ہے بلا شک و ارتیاب
ہر اسم اسمِ یار ہے ہر ذات ذاتِ یار
ہر فعل فعلِ یار ہے یہی سِرّ ہے بر صواب
ساقی شراب و جام و صراحی و مَے فروش
ہے حق یقیں سوں دیک بھی کیا مطرب رباب
یک حرف ہے الف کہ ہوا بے وتے وہی
توں سب کو ایک دیک اتھا چشم کا حجاب
عشّاق کا مقام خراباتِ عشق ہے
زاہد ہے اپنے زہد و خرافات میں خراب

فقرتی تو رہ خموش نہ کر رمزِ عشق فاش
اظہار اس کی بھید کا تجکوں نہیں صواب

(۱۸)

سب چیز ہے عینِ خدا کیوں بوجتا ہے غیر اب
اب عینِ بندہ بوج توں ہور بوج بندہ عینِ رب
بندہ تو بندہ رب سوں رب نیں عبد رب نیں ہے عبد
مذہب منے عشاق کے یوں بوج کہ اللہ سب
بولے رسول اللہ انا احمد بلا میم احد
بھی یوں کہے او شاہِ دیں ہوں میں بلا عین عرب
برقع ہے وجہ اللہ کا ہر ذرہ اندر کائنات
او وجہ تجکوں تب دسے برقع اٹھاویگا توں جب
ہر چیز ہیں ہر چیز سے با غیریت اے نکتہ داں
مرشد سوں اے نکتہ سمج یو نکتہ ہے بس بوالعجب
اس دفترِ ہستی منے ہر طرف مظہر ہے اتم
لیکن تو اس دفتر میں ہے حرفاں میں حرفی بوالعجب
شاہد کے مکھ کی آرسی سب ہیں و بی توں صاف ہے
ہونا دکھانے صاف مکھ آئینۂ صافِ طلب
العشق نار یحترق ہے ماسوی المعشوق جان
اغیار کوں سب جا منے اس نار کو کر ملتہب

رہبر طلب ہے عشق میں اول طلب لا ہات میں
اسرار کا محرم کے ان کے مت کھول ہر نکتے سوں لب

عرفان کا دنیا مکاں یا بوجنا سو بوج بی
گر نیں بوجیا مولا کوں اب بوجیگا کہہ تو پیر کب

عرفاں بلا انساب ہے چاہے جسے دیوے خدا
قربی برہ کی راہ میں نیں کام آتا ہے نسب

۱۹

خم وحدت سوں پی مدام شراب
اس کے نشہ میں بوج جگ کوں سراب

جب ہے تاخیر میں بہوت آفات
جرعہ نوشی میں نہ کی کر نو شتاب

مَے کے پینے سے مت کرو پرہیز
اِتَّقُوا اللّٰہَ یَا اُولِی الْاَلْبَاب

ہر ذرہ وجہ ذات ہے بے شک
عاشقاں کے رموز کو دریاب

بحرِ وحدت کے خلق ہیں امواج
عینِ امواج کیا ہے تو بوج آب

ہے حقیقت کی راہ میں ذکر اللہ
جو کہ کرتا ہے نالہ تارِ رباب

لا عمل ہیں جو عاشقاں بولے
طرق العشق کُلّھا آداب

بولنے کوں ترانۂ توحید
تن ہی طنبور ہے زباں مضراب

کر سب اسبابِ عشق آمادہ
کر توں تاراج زہد کے اسباب

حال کا نفع ہات میں لانے
بوج قالِ صحیح اصل نصاب

علم ظاہر ہے پوست کے مانند
علم باللہ جان لُبِّ لباب

نہ کی قربی نماز کرنے کوں
اوپری یا رہ دل کا ہے محراب

(۲۰)

اے طالبِ خدا گر چاہتا ہے وصلِ محبوب ہوتابعِ شریعت کر اس کوں اپنا مطلوب
اطلاق ہور تقیید ہیں شرع کے مراتب اطلاق بن تقیید عشاق کن ہے معیوب
اطلاقِ شرع حاصل ارشادِ پیر سوں کر بن پیر کے شرایع ہیں سب گیا سوں محجوب
یوں سرِّ عشق ہے تو کر کاملاں سوں حاصل اسرار عشق سارے[1] پیراں طرف ہیں منسوب
ہیں سلبی و ثبوتی مطلق صفات حق کے اطلاق بوجہ ان کا یوں گی ہوا ہے مسلوب
آپس کی ذات کا اسم اسما ہیں حق چھپایا اسمار حجب ہیں اسکے ناداں ہے اس سوں محجوب
اطلاق اسم کا جب تیرے اُپر کھلیگا تجہ اسمِ حق دسیگا کیا خشک ہور مرطوب
ہر ذرہ فی الحقیقت ہے دوست کی حقیقت اس رمز کو سمج توں ہے رمز نادر اسلوب
ارباب کا ہے رب رب کا مربوب ہر ذرہ ہے معنے میں عینِ رب ہے ارباب ہور مربوب
اسفل طرف گذر ہے محجوب کا ہمیشہ اس کوں نکات عرفاں کاں سوں لگیں گے مرغوب

صحبت سوں ملحداں کی کر اجتناب قربی
احوال ملحداں کا عالم منے ہے مغلوب

ردیف تا

(۲۱)

یا بات سے نابات لب نایات کہ بے التفات
جب سوں ہوا عشاق پر نے ان کو آرام و ثبات

۱؎ س: ساری۔

تنخواہ نویس لطف سوں چہتا ہوں یوں میں روز و شب
یکبار لک دیوے مجے تیرے شکر لب بر برات
سلگا ہوائی آہ کی کر اشک ریزی پھلجھڑی
مہتاب کر انوارِ دل عشاق کی ہے شبرات
عرفاں اپس کی ذات کا توں بوج ہے فوز عظیم
توں آپ کو بوجیا نہیں کیوں تجکو ہو گیا نجات
غیرِ خدا موجود نیں ہے غیر سب تیرا گماں
تو آ یقیں کی راہ میں ہے عین حق عزیٰ و لات
یک اسم آ اطلاق میں یک ذات کے اسما ہوا
یک ذات ہی تفصیل سوں سارے خلایق کی ذوات
اسم و صفت کے مظہراں اشیا ہیں کامل ہور اتم
ہر جا ظہورِ تام سوں ظاہر ہے اسما و صفات
توں شئے کامل بوج اسے جو اپنی ضد کا عین اچھے
تحقیق ضد کا عین ہے ہر چیز اندر کائنات
ہر شئے جہاں میں بوج توں سب نکتۂ باریک ہے
جب ہووے گا تو نکتہ داں تجہ پر کھلیں گے سب نکات
زاہد کتیں سجدہ رکوع ہے نت صلواۃ دائمی
ہے اتصالِ دائمی حق سات عاشق کی صلوٰت
دولت کوں دولت بوج توں یک لت لہیا دسری ہار
اہلِ دول کی زندگی جاتی ہے لتیاں میں رات

اقبالِ دنیا کوں کہے قرنی بزرگاں لابقا
اس لابقا کوں چھوڑ توں اہلِ بقا کے رہ سنگات

(۲۲)

گر ذاتِ مولا سوں بدل اے طالب اسرارِ ذات
حسنات سوں ہوویں بدل ہر آن تیرے سیئات
بجہ غیبتِ یا غیریت توں عارفِ کامل ستی
مت لا تو گوشِ دل میں کچھ اب ملحداں کے مہملات
کشفِ الٰہی آرزو کرنا ہے عاشق رات دن
کشف قبور و کشفِ دل سب بوجتا ہے ترہات
ہیں مشکلات اس راہ میں اپنے خرد کا کام نیں
توں لے پناہِ عاشقاں تجہ پر کھلیں گے مشکلات
اس قطع دنیا کے اُپر ہمباز ہیں تو ہور نفس
منصوبۂ عرفاں سوں توں نفس کوں دے بُرد مات
ہر ذرّہ عین اللہ ہے یو رمز تو کامل سوں بوجہ
مردہ دلانِ نفس کوں یو رمز ہے آبِ حیات
اجمال تیری ذات ہے مربیگ[1] مرنے کے اول
تفصیل در تفصیل ہے تیری انگی بعد از وفات
بت کی عبادت کافراں کرتے سو حق کوں پوجتے
حق کا عبادت گاہ ہے کیا مسجد و کیا سومنات

---

[1] بیگ اصل میں بیگی یعنی جلد۔

کافر سمجھتا بت کوں غیر اس واسطے ملعوں ہوا

عاشق سمجھتا عینِ حق گر لات ہے گر ہے منات

بے پردہ حق ظاہر ہوا پردہ پڑا تیرا گماں

اپنے گمان کے سر اُپر اے عاشقِ حق مار لات

سارے مراتب داخلی بگڑے ہیں صورت خلق میں

کیا آسمان و کیا زمیں کیا جامد و حیوان نبات

مطلق ہے ذاتِ دوست اس مطلق کا پرتو خلق ہے

جو واں سو یاں ظاہر ہوا قوبی بہت مشکل ہے بات

(۲۳)

چہتا ہے یار سات بدھانے کنتیں پریت

اُس کی اُن کی تو چھوڑ اول سب اپس کی ریت

چل چال بیچ اس کی اپس کی تو چال چھوڑ

یو چال چل درست ہو ہر چال سوں نچیت

اس کی مراد بیچ اپس کی مُراد ہار

عشاق سب کہے ہیں یہی ہے کمال پیت

جب اس کا توں ہوا تو تیرا او یقین ہے

جب او تیرا ہوا تو تجے کیا ہے اور چیت

عرفان کا زاہداں ہے ہزاراں میں ایک مرد

اسرار معرفت کی نیو جی کا ہر انیت

ہوتا ہے یونچہ چشم خرد گنہ ذات میں
ہوتی ہے جیوں ماندہ انکھیاں دیک کرا جیت
آپس کو ہار جیت دلا رام کوں تری
جب لگ جہان میں ہے تو ہی کھیل ہار جیت
قربی تجے کمال اُسی روز آئے گا
پکڑے گا دستگیری طالع سوں پائے تیت

۲۴

نہ کر توں بیدلِ خستہ پر جفا اے دوست
کہ بیدلاں پو نہیں ہے جفا روا اے دوست
کتاں ہوں ترک تری چشم مست کا جان دے
کتا ہوں دل ستی اس کو بلا بلا اے دوست
رقیب در سوں تیرے مار کر چلاتا ہے
کبھی تو پیار سوں عاشق کتیں بلا اے دوست
بلا جو دوست ستی تجہ پہ آئے راضی رہ
کہ ہے ولا پو موکل سدا بلا اے دوست
جہاں میں غیرِ تجلیٔ حق نہیں ہر شے
توں بوج اپس کوں تجلی میں حق کی لا اے دوست
وہی ہے جام و صراحی وہی خم و شراب
وہی ہے ساقی و مطرب وہی نوائے دوست

جمالِ شمع کے اوپر مثالِ پروانہ
اپس کو جلوۂ شاہد پہ کر فدا اے دوست

نہیں ہے چشم میں عاشق کی غیرِ حق موجود
پکڑ توں عشق میں آ مذہبِ صفائے دوست

توں اوہی، اوہی سو توں باوجودِ غیریت
یہی ہے معرفتِ حق کا انتہا اے دوست

اپس سوں ہو توں فنا دوست سات باقی ہو
یہی ہے طالبِ مسکیں کا مدعا اے دوست

خدا نما جو ہوا ئیں تو کچھ نہیں ہے عجب
کہ ہر ذرا ہے جہاں میں خدا نما اے دوست

کلام بیچ علی العرش استویٰ آیا
ہے ہر ذرے کوں یہی عرش استوا اے دوست

ہے جب نہایتِ عرفاں سکوت عارف کا
نکر توں دوست کے اسرار برملا اے دوست

سخن قدیم مغاں کا کیا ہے قربیؔ نقل
اگرچہ خلق کنے ہے نوا نوا اے دوست

ردیف ثا

(۲۵)

اب انا الحق بولنے شکنا عبث　　دل میں کچھ ہور موں پہ کچھ رکنا عبث

ؔ یہ غزل باقر آگاہ کے تذکرہ تحفۃ الاحسن فی مناقب السید ابی الحسن میں بطور نمونہ دی گئی ہے۔

ہیں خدا ہوں کیوں نہ کہنا بالیقیں　　وہم کے آتش اُپر پکنا عبث
ہر مزہ کی بات اپنے سات بول　　راز کم فہماں منے بکنا عبث
جب کہے العلم ستر[1] اعظم　　علم جو پردا ہے او سکنا عبث۔
عشق کی نعمت کا جن پایا مزہ　　لذتِ دنیا کو او چکنا عبث
جب فنا ہے غیر حسنِ لازوال　　اندھو ہر خوب کو تکنا عبث

قدرتیؔ اس نکتہ کا تو تکرار کر
اب اناالحق بولنے شکنا عبث

(۲۶)

محبوبۂ دنیا اُپر دل کو بہلانا ہے عبث
آزمائے اس کو بے وفا پھر آزمانا ہے عبث
دنیا کی نعمت کے اُپر ہر طلبِ دنیا کے تئیں
مردار پر گُتّے نمن تو جا ملانا ہے عبث
مرشد سوں نکتہ کا بیاں نا بوج کر تحقیق سوں
کر اعتقاد الحاد کا عارف کوانا ہے عبث
مشکل ہے نکتہ کا سمج نا بوج ہر کیں کر بیاں
اسلام کوں ہور کفر کوں باہم ملانا ہے عبث
کوئی شرح نکتے کا کیا تفصیل سوں او نا سمج
اپنیچہ باتاں کو پکڑ[2] اس کو ہرانا ہے عبث

---

[1] س: رحمت۔ [2] س: پکر۔

کوئی حجت قاطع رکّ عرفان کے باتاں کیا
بیہودہ شمشیر زباں اس پر رچانا ہے عبث

کلبِ گزندہ ہے زباں اخبار میں آیا ہے یوں
عشّاق کی مجلس میں اس کتے کو لانا ہے عبث

حق نے کہیا میں ہوں سدا مردِ شکستہ دل کنے
آپس کتیں سنگار کر جگ میں دکھانا ہے عبث

جب غیریت کوں مات کر حق ثُمّ وجہ اللہ کیا
اپنی خودی کی نطع پر گھوڑا چلانا ہے عبث

جو غیریت عشاق میں ہے رمز او نا بوج کر
اخفش کی بکری کے نمن داڑی ہلانا ہے عبث

عشّاق کہتے تو سوں اور اد توں بھی دونوں غیر نیں
یو نکتہ نابج خلق میں یو ذکر لانا ہے عبث

کہتا ہوں تو سب اوچ ہے اوہی بچن کا کر بیاں
عشّاق کوں اپنے اُپر ہر دم نہانا ہے عبث

الحاد کا کر سب بیاں سرمست اپس کوں کر دکھا
اپنے پو کم فہماں کتیں ناحق ریجانا ہے عبث

جب ملحداں کے دل اُپر الحاد کا ناسور ہے
اس زخم پر بھاکو نمک قربی جلانا ہے عبث

۱؎ س: دکھا۔ ۲؎ س: کھورا۔ ۳؎ س: داری۔ ۴؎ اوی = اوہی۔ وہی۔

ردیف ج

(۲۷)

اے مہِ سنگدل خدا سوں لاج — کچھ فقیراں اُپر کرم کر آج
سیر تیری گلی کا اے مہ وش — عشق کے بیدلاں کا ہے معراج
سات تیرے ہر آن ہے شیریں — تلخ ہے دل کوں زندگی تجہ باج
تیراؔ غمزہ کمان ابرو سوں — مارِ دل کو کیا ہوں میں آماج
شہرِ دل کو کیا ہے خالی توں — راج کر راج سب ہے تیرا راج
عشق کی رہ میں عقل یوں ہے ضعیف — جیوں کہ پنجے میں باز کے دراج
غیر کی بو نہیں رہی دل میں — جلوۂ دوست سب کتا تاراج
حق یگانہ ہے توں ہی بیگانہ — لج پکڑ یک ذری ارے بے لاج
نحن اقرب الیہ بولیا ہے — کاں ہے موجود جگ منے حق باج
ہوں توں فانی خودی سوں ہوں باقی — حق سو کر ایک پنت میں سو کاج
گرد راہِ فنا ہوا ہے جن — سب خلایق کے سر کا او ہے تاج

فقر کی رہ کا او ہے سرِ قرنیؔ
جو خدا کا بی نا اچھے محتاجؔ

(۲۸)

عشق کی راہ میں تو چل مت کج — ہے رہِ راست میں کجی بے سج

ؔ س: تیرہ۔ ؔ حضرت اقبال نے اسے دوسرے پیرایہ میں بیان کیا ہے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے — خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ؔ سراج کی غزل دیکھو ص ۹۶

بن دئے جیو پیو نہیں حاصل — واسطے اس کے جیوں کو توں تج
علم رشتہ یقیں سنی ہے صاف — جال کے توں کمان کوں نہ اُلج
معرفت ہے غذائے روحانی — اس غذائے لطیف سوں مت رج
عشقبازاں سوں لج نکر ہرگز — عشق کی راہ میں عبث ہے لج
حجِ حجاج طوف کعبے کا — دیدِ معشوق عاشقوں کا حج
دوست اور تج میں کچھ نہیں دوری — تواپس کی خودی سوں ہے اعرج
جگ میں نقارۂ انا الحق سن — چار اطراف میں رہیا ہے بج
عشق سوں سرِ عشق بوجیگا — عقل ہے اس سمج منے اعوج
بندہ عینِ خدا ہے بوجھ یقین — فہم اس سر کا ہے تجے احوج
عین ہر ذرہ ہو ظہور کرے — متنزل ہوکے ہستیِ ساذج

ہیں یو ذرات عینِ یک دگر
بات قربیؔ کی ہے دقیق سمج

(۲۹)

طالبِ کوں فرضِ عین ہے کامل سوں رکھنا احتیاج
نفسانیت کے درد کا اُن خوب کرتا ہے علاج
گر تربیت میں اُن کرے ابرو ترش[1] تو باک نیں
ترشی بہت درکار ہے طالب ہے صفرائی مزاج
حق دیکھتا تیری طرف توں دیکھتا ہے غیر کوں
اپنا حیا چھوڑیا ہے کی بارے خدا سو کچھ تو لاج

---

[1] وزن کے لئے ترش میں رے متحرک ہے۔

طاقت ہیں حق کے راست رہ توں چھوڑ سب اپنی مراد
گر اس میں تو کامل ہوا دنیا میں سب تیرا ہے راج
توں استقامت سات ہو عرفاں کے کشور کا گدا
دنیا کے کشور کے شہاں تا تجکو دیویں سب خراج[1]
اکسیرِ اعظم علم ہے توں اپنا مس اس سوں لگا
تا مس ہر یک تج سوں لگے پکڑے[2] سدا زر کا رواج
تو معرفت کا جام پی تا تج کوں مستی ہیں دسے
ہر شئے تجلّی دوست کی ساقی و می جام و زجاج
وجہ خدا برقع کیا آپس کے اوپر غیر کا
کیوں وجہ او تجکوں دسے کہ انعدام غیر باج
یو سنگریزے جوہراں ہیں معدنِ توحید میں
تاریک دستے ہیں تجے تیرے گماں کی شب ہے راج
قربیؔ نکات اسرار کے پایا ہے تو عشّاق سوں
عشاق کے اقدام کی کر گرد اپنے سر کا تاج

ردیف ح

(۳۰)

کر تو ابوابِ عشق کو مفتوح — آئے تا دل میں ہر صباح فتوح
کلُّ شیءٍ محیط کا رِستر بوج — ہے او عشاق کوں مروّحِ روح

---

[1] س: سراج۔ [2] س: پکرے۔

لبِ شیریں سوں کر صنم مرہم — تیرِ مژگاں کا دل ہوا مجروح
خوں بہا اس کا دوست ہے آپی — جس کوں کرتا ہے عشق میں مذبوح
عشق مرجوح، عشق ہے راجح — بوج تو سرِّ راجح و مرجوح
کیوں تو بوجے گا سرِ وجہ اللہ — نہ کی ہے طرح میں خرد مطروح

ہے علاماتِ عاشقاں قربی
اشکِ داؤد ہور نوحۂ نوح

— ۳۱ —

رہ ذوق یادِ دوست سوں ہمدم علی الصباح
ہو عاشقوں کے درسوں ہم دم[1] علی الصباح
کر سعی تا کہ ہووے موافق تجے قدم
مارے توں سرِّ عشق سوں گردم علی الصباح
الطلاقِ شغل ہیچ کر اس نفسِ دوں کوں قید
اشغال میں کرے گا اگر دم علی الصباح
عشاق میں مقدمۂ سِرّ اسے ملیا
جن عشق میں ہوا ہے مقدم علی الصباح
کامل جو کچھ کہے سوں یقیں سات کر قبول
الہامِ غیب سوں ہے او ملہم علی الصباح
کرتا ہے جن رواں سپۂ اشک ہر سحر
ہے ملکِ راز اس کوں مسلّم علی الصباح

---

[1] س: محمد۔

بکریم صبح کر برکات اس میں ہیں بہوت

عشاق سب ہوئے ہیں مکرم علی الصباح

قربی ہے وقتِ صبح سمج نعمتِ عظیم

تنعیم حق سوں دل ہے منعم علی الصباح

(۳۱)

تیری یاد میں ہوں صباح و رواح — ترے در پہ آتا ہوں میں ہر صباح

تمام عاشقاں سب وہی بولتے — نہیں بوجھتا خلق یو اصطلاح

طلب ہے اگر سب وہی دیکھنے — تو یک جام بھر پی تو وحدت کا راح

ہو سرمست اپنی خودی چھوڑ دے — کہاں مستِ راح ہور یو مستراح

طلب جلوۂ شاہدِ جان و دل — عروسِ جہاں سات مت کر نکاح

جہاں بیچ راحت[1] نہ مل سی تجے — کہ اوِ جھلکہ ہے نہیں ہے مراح

اگر معرفت حق کی چہتا ہے توں — تو فالِ صحیح اس کا ہے افتتاح

تو پیرِ مکمل کا دامن پکڑ — کرے گا انا الحق کا او انشراح

تو مرشد کے آثار پر کر سلوک — نہ پونچائیگا حق کوں زہد و صلاح

یو کشف و کرامات سوں ہونا ہے کیا — بجز علم باللہ نیں ہے نجاح

رہِ عشق چلنا ہے عشاق کوں — اسی راہ سوں ہے انوکو فلاح

نہ رہیگا[2] غبارِ خودی یک ذرا

بہے دل یو جب نہ کی قربی ریاح

---

[1] س: تملسی = قدیم دکنی = نہ مل سکے گی بقول محمود شیرانی یہ پنجابی ہے۔

[2] نہ رہیگا۔ ہ ساکن سے پڑھنا چاہئے۔

ردیف خ

(۳۳)

نہ کی رہ میں ترکِ[1] قدم گستاخ — بی قدم کے نہ مار دم گستاخ
لعل شیریں سوں کر شکر ریزی — ان[2] کو تیرا کیا کرم گستاخ
دل کی تسخیر کوں سپاہِ سرشک — لے چلیا آہ کا علم گستاخ
تو انا اللہ ہور انا الحق بول — عاشق اس قول میں ہے کم گستاخ
لایقِ اخفا ہے سرِّ قدم — کیوں چلے گا یہاں قدم گستاخ
عشق کی راہ[3] ہے تمام آداب
قربی اس رہ میں نیں ہیں ہم گستاخ

(۳۴)

جسے تیرے ہجراں میں جہاں تلخ — اسے ہے اے بتِ شیریں یو جاں تلخ
کیا ہوں تیر غمزے کا سپر دل — کہ عاشق کو نہاں ہے یو سناں تلخ
جہاں کیوں خوش لگے عاشق کو بے یار — کہ ہے بلبل کو بے گل گلستاں تلخ
کروں کیوں میں بیانِ تلخ ہجراں — کہ جس کی یاد سوں ہوتی زباں تلخ
نگہ جس کی پڑے ہے حسن حق پر — اسے لگتا ہے نت حسنِ بتاں تلخ
جسے شیریں لگیا ہے جلوۂ دوست — اسے ہے غمزۂ شکر و شاں تلخ
نشاں کیوں دیوں میں حق بے نشاں ہے — یقیں ہے بے نشاں کوں ہے نشاں تلخ
جسے نعمت پرت کی خوش لگی ہو — اسے کیوں نا لگے گا اب جہاں تلخ

---

[1] ترک۔ رے کو متحرک پڑھنا چاہئے۔ [2] ع کر جہائے تو مارا کرد گستاخ۔ مشہور فارسی مصرعہ کا ترجمہ ہے۔ [3] س: مین

سبک ساراں ہمت کے اُپر ہے ـــــ ! احساں کا بارِ گراں تلخ

تو رہ قربی سدا بے عزّ و بے شان

ہے عاشق کو جہاں کا عزّ و شاں تلخ

ردیف د

۳۵

دینِ مطلق بیچ ہے دینِ مقیّد نیک و بد

جس کو پجتا[1] ہے صنم اس کو سمج عینِ صمد

سب تجلّی دوست کی ہے چھوڑ اپنے وہم کوں

کیا یو انسان کیا جماد و کیا نبات و دام و دد

جس طرف دیکھیا تو ہے وجہِ حقیقت آشکار

ثمّ وجہ اللہ ہے قرآن ہیں اس کی سند

ذاتِ واحد کر تنزل تجکوں دستا ہے کثیر

ایک جیوں اعداد میں آ کر ہوا ہے بے عدد

یو تعین جب اتھیا تج سوں تو توں ہی عینِ ذات

میم جب احمد سے نکلے تو وو ہے عینِ احد

دفع کرنے اے جواں الحاد کے یاجوج کوں

تو سکندر عصر کا ہو جمع ضد کا باند سد

---

1. م ن : پجتا بمعنی پوجا کرتا ۔

کیا عقیدہ کیا عمل کیا علم کرتو وقفِ شرع
جو ہے رہ سنت سوں خارج اولیا کن او ہے رد

شرع کوں مت بوج مثلِ ملحداں فعلِ عبث
پوہنچ کامل معرفت کوں انبیا باندے ہیں حد

معرفت کے مشکلاں سارے کُھلیں گے دل اُپر
گر رضامندیٔ مرشد ہوئیگی تجکوں مدد

ہارنا آپس کتیں عرفاں میں حق کے محضِ خیر
آپ کو کرنا جتن اس راہ میں ہے عینِ بد

چھوڑ سب کاماں جہاں کے کر تعلق عشق سوں
عشق کرتا ہے رفاقت بوج قدرتی تا ابد

(۳۶)

بوج[2] توں اس کوں ہوویگا دونوں جگ میں توسعید
بوجنا اس کوں (توں[1]) ہے عشاق کا دنیا میں عید

نیں ہے میرے عاشقاں کوں لذتِ دیدار سوں
ہے ہمیشہ دل سوں ان کے نعرۂ ھل من مزید

ہے فرید الدھر جن بوجیا فراید علم کے
او فراید بوج کر ہو تو دو عالم میں فرید

خوں بہا دیتا اُسے دید جمالِ لایزال
غمزۂ محبوب کرتا ہے جسے رن میں شہید

لہ س: کوں ہے۔ ۲ دیکھو غزل سراج ص۹۷

پیر او ہے عشق کا لذت چکا دیوے مراد
کر یقیں دل میں رکھے پا کر مراد او ہے مرید
ہے حقیقت میں پدر تیرا وہی مرشد یقیں
تو ہوا پیرو تمام اس کا تو فرزندِ رشید
ہر ذرے کو جگ سے منتے دیکھیگا ہم آواز توں
سازِ دل سوں جب اٹھاویگا انا الحق کا نشید
بوج عین اللہ اپس کوں بیشک وے ریب توں
ہو معیتِ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ہے قرانِ مجید
یو معیّت عینیت ہے عبد و رب کے سات بوج
یو معیّت مطلقہ ہے غیریت سوں تیں بعید
عینیت با غیریت ہور غیریت با عینیت
دینِ مطلق یو ہے بُجھ کر دیک ہر دم حق کا دید
عینِ حق نا ہوے گا گر یک ذرہ باقی ہے شک
محو کرنا وہم و شک قربِ نبی یہی قولِ حمید

(۳۷)

علم نکتے کا جب لیا ارشاد — پیر سوں سب سون میں ہوا آزاد
ہے ظہور اس کا آسمان و زمین — خاک ہور آب ہور آتش و باد
سب وہی کیا وہ لیلیٰ وہ مجنوں — کیا وہ شیریں و خسرو و فرہاد
ثَمَّ وجہ اللہ کی اشارت سوں — تجکہ ترا سب میں دیکھ ہوں میں شاد
میں بسرتا ہوں اسم یاد و بسر — میرے روں روں منے ہے تیرا یاد

مجہ رگے رگ سوں چنگ کی آواز
اللہ اللہ کا نکلتا ناد
ہے امانت وجود پیش از موت
وو امانت کیا ہوں استرداد
دھونڈتا ہوں اپس کو پاتا نیں
نہ کی آتش ہیں جل ہوا ہوں رماد
ہجر کے بار سے چھوڑاے دوست
فوقِ طاقت توں مج پہ بوج نہ لاد
ہجر کے بات سوں بجاں ہوں میں
کون سنتا ہے تجہ بنا فریاد
آخرت کی سفر کا اے قربی
علمِ توحیدِ حق ہے میرا زاد

(۳۸)

ہے خدا باوجودِ کثرت فرد
بوج یو نکتہ ہے اگر توں مرد
نَحنُ اَقرَبُ اِلَیہِ آیا ہے
پن تجھے نیں ہے کچہ پرم کا درد
غیر تیرا ہے خار و خس پن توں
بوستانِ وجود میں ہے ورد
جیتنے دوست کوں اپس کوں ہار
کھیل توحید کا سدا کا نرد
کاں سوں ہووےگا نہ کی رہ میں گرم[1]
توں فسردہ ہے لگ[2] خودی کی برد
کیوں دسےگا او شہسوار تجھے
توں اٹھایا ہے جب خودی کا گرد
کچھ اثر تو سنگدل نیں کرتا
گرچہ کہتا ہوں درد بادمِ سرد
مت جفا کر کہ باوفا ہوں میں
چھوڑ عشاق سوں یو رسم نبرد
زر اگر تجھ کو نیں تو کیا قربی
زرِ عشاق بس ہے یو رخِ زرد

---

[1] س: گرم۔ [2] س: لک۔

(۳۹)

مرشد سوں پوچھ مسئلہ وحدت الوجود
تا ہر ذرے میں تجکوں دسے دوست کا شہود
گرچہ وجودِ خلق کی کثرت سوں ہے کثیر
تحقیق سوں تو دیک او عین ایک ہے وجود
کیا بحر ہور قطرہ بھی کیا چرخ ہور زمین
کیا جن ہور فرشتہ اسی کا چہ ہے نمود
یک نغمہ سوں پرم کا تو مرشد کے قول سوں
ہر گوشۂ جہاں سوں انا الحق کا سن سرود
موجود ہر ذرے سوں خدا ہے خیال تیوں
ذرات کوں نمود ہے لیکن بغیرِ بود
عرفانِ حق کا جامہ پینانے اپس بدل
آمادہ کر تو شرع و حقیقت کا تار و پود
ہے وحدتِ وجود اُپر دال ہر ذرہ
آتش کی جیوں وجود پو ہوتا ہے دال دود
پونجی تو زندگی ہے تری سودِ معرفت
پونجی کو تو سنبھال ندے ہانتھ سوں یو سود
دو چشم سوں دو رود بہانے کی راہ میں
لذت سوں اس دو رود اُپر بول تو درود

جب موردِ عنایتِ مشتاق ہوے گا
تب دل پو واردات کا ہو ویگا نت ورود
تب ہووے گا تو بلبیشۂ وجداں منے درست
قربیؔ ترے پو جب او کرے گا جواد جود

ردیف ذ

(۴۰)

تجھ لب کی چاشنی کی کیٔ نیں شکر لذیذ
نیں تجھ بچن کی شہد منں شہدِ تر لذیذ
لب خشک جس کا گرمیٔ دل سوں ہے چشم تر
اس کے مذاقِ شوق میں نیں خشک تر لذیذ
اشکِ سفید ہور رخ زرد کا مزہ
پاتیوں پرت کی ذوق میں نیں سیم وزر لذیذ
معشوق کے پرم سیتی کیا پائے گا مزہ
عاشق کے کام جان ہے لذت اگر لذیذ
راحت طلب ہے اہلِ ہوسؔ اہلِ عشق رنج
آرام کیا ہے اس کوں جسے ہے تبر لذیذ
دیکھیا جنے او سروِ کمر بستہ یار کا
اس کی نظر میں کاں سوں دسے نیشکر لذیذ

لے کی نیں = کیوں نہیں۔

یک ذات جلوہ گر کے یو ذرات عکس ہیں
عاشق کی ہے نظر ہیں وہی جلوہ گر لذیذ

ساقی و جام اس کا ہے پیئیگا اسے مدام
وحدت کی مَی کا جس کوں ہے قوتِ اثر لذیذ

(۴۱)

تو جاں ہے جس کا اے سجن اسکو نہیں ہے جاں لذیذ
بستاں ہے تیرا رخ جسے اس کو نہیں بستاں لذیذ

تجھ بات کی یا چاشنی نا بات کی طاقت رہی
تجھ نوش لب کی نیں ستی[1] نا بات سوں باتاں لذیذ

تو ہے بہارِ عاشقاں قدِ سرو رخ گل برسمن
ان کی نظر میں کیوں دسے اے مہ بہارستاں لذیذ

دندان و لب کا اے سجن تیرے صفا و لطف دیکھ
جوہر شناساں کوں نہیں تب سوں دُر و مرجاں لذیذ

ساقی شراب و جام و خم پرتو ہے تجھ رخسار کا
زاہد مزہ نیں زہد میں ہے جرعۂ مستاں لذیذ

رب عبد دونوں ایک ہیں بھی ایک نیں ہے عبد رب
عارف کوں سب لذات سوں ہے لذتِ عرفاں لذیذ

حق نُھُو وَجْہُ اللہ کیا بولے اَنَا احمد رسول
توں یاد رکھ اس بیت کوں گر ہے تجے برہاں لذیذ

---

[1] نیں نا بات۔ وزن کے لئے ستی زائد کیا گیا ہے۔

مشکل ہے نکتہ کا سمجھ مرشد سوں پا اسد کا عزیز
ہر ذوق میں قوتِ جی یو بہتر ہوتا نہیں آساں لذیذ

فرد

خلق میں ہر ٹھار ہے حق کا ظہور
ہر ذرے میں ربنا تیرا ہے نور

فرد

ہر ذرۂ[1] وجہِ خدا ہے یو سخن آشکار[2]
بوجھ اپس کوں خدا ہو کو شریعت شعار

فرد

ذاتِ منزّہ حق ہر چیز سوں ہے برتر
کیوں ہونے کا نظر گر حادث قدیم ہمسر

فرد

طالبِ حق بالیقیں غیر سوں ہے بے نیاز
اس کی نظر ہے سدا ابرِ کرم کارساز

ردیف ز

(۴۲)

مہِ خوباں ہیں بہوت پر یک نیں کشورِ حسن میں ترا انباز
سب وہی ہے کہتے ہیں پن کس کوں نیں ہے مفہوم عاشقوں کا راز

---

[1] س: ذرہ۔ رے مخفف۔ [2] س: ہے آشکار میں ہے زاید۔

قصۂ عشق ہے بہوت دراز　　لک زباں سوں نہ ہویگا کوتاہ
عشق مانند مشک ہے غماز　　عشق پردے ہیں میں رھیا[1] مخفی
راز کوں عاشقاں چھپاتے ہیں
قربیؔ اب راز کوں نکر ابراز

فرد

مگرتوں جفا کیا تو کیا ہیں نہ چھوڑوں وفا ہرگز
عاشقِ باوفا ستی ہوویگا نا خطا ہرگز

فرد

زیر و بالا راست ہور چپ پیش وپس
حق ہے ظاہر توں اسی کوں دیک بس

فرد

معشوق سوں کرتا ہوں ہیں یک شوق دل سوں التماس
کر لطف میرے حال پر دل نا کرے میرا اوداس

ردیف س

(۴۳)

کیا کروں نیں شکیب میرے پاس　　ہے او نازک بدن کا دل الماس
دل کو میرے کیا ہے وہ ہر جاس　　کر کماں ابرواں و تیرِ مژہ
ہیں ذراتِ خلق کے الباس　　شاہدِ جاں کیا ہے جلوہ گری

[1] س: رہتا۔ رھ مخلوط آواز۔

جو پری رو ادا سوں ہے دلبر
اس پری رو کے دل سو ہوتا داس

ردیف ش

(۴۴)

صحبتِ رنداں اگر چہتا ہے رندی کر تلاش
مئ پرستی سوں ہے رنداں کو ہمیشہ انتعاش
عاشق و معشوق یک ہیں بے حلول و اتحاد
کر نکو نامحرماں ہیں عاشقاں کا راز فاش
خود پرستی ہور خودی برقع ہے وجہ اللہ کا
توں کچھ ایسا جہد کر برقع ترا اوٹ جائے کاش
ثم وجہ اللہ کا سِرّ عاشق و معشوق ہے
ہے وہی کیا بت پرست و کیا بت و کیا بت تراش
منجکوں ہے ضعفِ بصیرت دیکھتا نیں دوست کوں
ہے مثل تیرے اُپر افسانۂ مہر و خفاش
کیا مئ و ساقی و کیا جام و صراحی ہے وہی
مست رہ اس مئ سوں قربیؔ بس یہی وجہِ معاش

(۴۵)

مذہبِ عشق ہیچ رہ بے خویش دیک حق کوں جہاں میں کیا کم و بیش[۱]

---

[۱] س: کم و بیش۔

بوج وجہ خدا ہے کیا چپ راستؔ[1] کیا نشیب و فراز کیا پس و پیشؔ[2]
کُلُّ شَیٔ محیط ہے ہر جا اس کا توں وجہ دیک اے دل ریش
عاشقاں کا پناہ ہے ورنہ گر دم نفس دیک ہے بانیش

فرد

جب انا الحق کا کیا وہ نعرہ جوش
اس گھڑی میں آپنا کھوتا ہوں ہوش

فرد

اس نفس کی خودی سوں ہونے کیتیں خلاص
لے توں پناہِ پیر وہ ہے احسن المناص

فرد

عرش اللہ ہر ذرا ہے وؔلی[3] دل علی الخلوص
سب دیکھتے ہیں دوست کوں کامل علی الخلوص

ردیف ض

(۴۶)

تا دل اُپر بہار کرے نت بہارِ فیض توں کر وطن اپس کا ہمیشہ دیارِ فیض
غمخوار و غمگسار جہاں پایدار نیں تسکین دل کوں بس ہے تجے غمگسارِ فیض
نفس و ہوا کے جور سوں لینے کیتیں پناہ توں کر اپس کا مسکن و ماوی حصارِ فیض
پر نکتہ یک پرم کا اپے فیض بخش ہو تا پائے دو جہان میں تو اشتہارِ فیض

---

[1] چپ و راست۔ [2] پس و پیش میں ’و‘ کی وجہ وزن بڑھ جاتا ہے۔ [3] س: وَلی سے وزن بڑھ جاتا ہے۔

ردیف ط

(۴۷)

شکر لب ہے ترا او دل ربا خط
دلاسا غمزوا بہجت فزا خط

ترا خط قوّتِ دل قوّتِ جاں ہے
نپوچیگا اسے یاقوت کا خط

صفائے سینہ ہے ہور راحتِ جاں
مصفا رخ کے اوپر دلکشا خط

ترا خط آیتِ منزلِ بہا کا
ہے اِس آیت اُپر اعراب سا خط

بلا اوپر بلا ہے عاشقاں کوں
ترا مکھ یک بلا دیگر بلا خط

اگر نافہ کا دل تڑکے بجا ہے
کہ رشکِ مشکِ چیں ہے بے خطا خط

ترے خط بیچ دیکھیا حسن حق ہیں
نہیں دیکھیا ہوں ایسا حق نما خط

جہاں کثرت نما ہے وجہ حق پر
ترے چہرے پو ہے کثرت فزا خط

ہے قربی وحدت و کثرت ہی جامع
منور مکھ پو ہے کے باصفا خط

فرد

عاشق جو ہے حق کا اسے ہے خواہشِ دنیا غلط
اغیار کے عاشق کنیں ہے عشق کا دعویٰ غلط

ردیف ظ

(۴۸)

نکتے کے فہم بیچ دل و جاں سوں کر لحاظ
عرفانِ ذوالجلال میں ایقان سوں کر لحاظ

پرتو ہے حسنِ دوست کا ہر حسن جگ منے

توں حسن اسی کا خوبیٔ خوباں سو کر لحاظ

تو رام رام اگر کہے او اللہ اللہ ہی

اسباب کے سمج منے عرفاں سوں کر لحاظ

فرد

اے بے وفا وفا کوں جور و جفا سوں کیا حظ

عشّاق باوفا کوں تجھ بیوفا سوں کیا حظ

ردیف ع

عشّاقِ حق کا مجمع ہے احسن المجامع

دل ان کے فیض سوں کر مانند مہر لامع

(۴۹)

او شاہدِ حقیقی کر کائنات برقع

آیا ہے جلوہ گر ہو در ہر محل و موضع

ہر ذرہ فی الحقیقت دریائے بیکراں ہے

ہر قطرہ دُرِ معانی ہے بحر بس موسع

دنیا و لذت اس کا نیں ہے مدام کس پر

چلنے کوں آخرت کے توں سب کو کر مودع

تختِ مرصع اوپر بیٹھا تو کیا جہاں میں

سات آئے گا نہ تیرے یو تخت یو مرصع

"

فرد

چھپتا ہے گر خدا کی توں عرفاں سو اطلاع
کر تو یقین سوں شرع و حقیقت میں اجتماع

ردیف غ

(۵۰)

اے صنم باغ توں تیرا نطلق باغ
دیک اس باغ کوں ہوا دل باغ

رخ ترا باغ ہے ہمیشہ بہار
نس دن اس باغ کا ہے مائل باغ

سرو قد گل ہے رخ، ہے نرگسِ چشم
نیں ہے اس باغ کے مقابل باغ

باغِ خوش توں ہے باغ چل تا ہوے
باغ باغ آج باغ سوں مل باغ

سب تجلئی یار ہے مکھ پر
جو اپس میں کیا ہے حاصل باغ

اس شمائل کی سب مجالی ہے
جو رکھیا آپ میں شمائل باغ

باغ میں گاہ گاہ آتا ہے
کر توں قربی اپس کی منزل باغ

فرد

گلرخاں کا دیک رخ ہر دل ہوا ہے باغ باغ
کیا سبب لالے نمن دیتے ہیں میرے دل کو داغ

فرد

جلوہ گر جگ میں وہی ہے جلوہ فرما ہر طرف
یو حرف بج توں یقیں سوں اس حرف میں نیں حرف

فرد

دیکھیا ہوں جب سوں تجکوں اے معدنِ لطائف

تجھ کعبہ گلی کا ہوں شوقِ دلِ سوں لائف

ردیف ق

(۵۱)

آج عرفاں میں اگر علمِ عیانی کا ہے شوق

لے توں ان کے ذوق اگر ذوقِ زبانی کا ہے شوق

جس جام میں ساقی و مئے ہور مست ہوشیار ایک ہوے

او جام پی رنداں سوں گر درکِ معانی کا ہے شوق

سخت تر دل کے اُپر ہے محنت و دردِ فراق

جفت وحشت طاق طاقت سوں ہے اس سوں حقب طاق

کر تلافی تجکوں دنیا میں ہے محنت سوں مدام

اس تلافی کا تلافی ہووے گا یوم التلاق

لذتِ دنیا و عقبیٰ تلخ ہے مشتاق کوں

لذتاں کوں سب بھلاتا ہے مذاقِ اشتیاق

ردیف ک

(۵۲)

جنابِ قدس مآبِ خدا ہے ایسا پاک

کہ غیریت کا وہاں نیں ہے یک ذرہ خاشاک

بغیر صحبتِ عشاق عشق نا آوے
یو عاشق کے بچن کوں اپس کے دل میں راک

(۵۳)

اگر جیو چہتا ہے تو آ مبارک
سخن صاف کہنا نہ کہنا مبارک

گذر صاف جاتا ہے دل سوں ہمارے
مژہ کا تری اے کماں کش پلا رک

اپس سوں گذر جا گو معشوق ہو توں
کہ بولیں تجے عاشقانِ حق کے بارک

وہی سرو تازہ وہی سبزۂ تر
وہی بورج قمری وہی جان شارک

ردیف گ

(۵۴)

ختن[1] کی صحبت ہے بیکاری پکڑ رنداں کا سنگ
تا کہ پوتچادیں تجے حق پاس دوڑا کر نسنگ

جب اقارب ہیں عقارب اجنبی ہے اژدہا
توں یو سب کوں چھوڑ ہو دریائے وحدت کا نہنگ

جب محبت دُنئی دوں کی گنہ کا اصل ہے
تو محبت میں دنیا کی کیوں ہوا اس طور[2] دنگ

جب توں ہے روبہ کسی یک شیر کا لے آسرا
نفس ہے کینہ وری میں سخت مانندِ پلنگ

---

[1] چنن کا تلفظ ختن۔ [2] اس طور سے ہونا چاہئے: کیوں محبت میں تو دنیا کی اس طور دنگ
یا دنیا کا تلفظ نونِ غنہ کے ساتھ کریں۔

صلح کل ہے جنگ کرنا نفس سرکش سوں مدام
تو خلایق سوں عبث رکھتا ہے رسم صلح و جنگ

ننگ و نام عشاق کے مذہب میں نیں آتا ہے کام
عشق کی آ راہ میں توں چھوڑ دے سب نام و ننگ

ردیف ل

(۵۵)

دنیا کی طرف توں نکر دل کوں مائل — کہ محبوب اور تجھ میں ہووے گی حائل
حلاوت پو دنیا کے دلکوں مجھلا مت — کہ شہد اس کا ہے کام جاں میں ہلاہل
بھی یک نکتہ کہتا ہوں میں بہوت نادر — یقیں سوں سمج اس کو ہوئے گا کامل

رہِ قربِ حق میں بہت سعی وجد سوں
اگر طے کرے گا ہزاراں منازل

(۵۶)

جگ منے ہر ذرا ہے صاحب حال — بوج اس راز کی ہے کھیلی قال
ہے کلیدِ کنوز قال صحیح — توں نکر قال سوں ہے بہتر حال
گنج عرفاں و گنجِ علمِ الٰہ — اس کا تفہیم قال کا ہے محال

قال ہی عینِ حال ہے قربی
یہ سخن کر قبول بے اشکال

---

[1] یہاں جامی کا مشہور شعر تاد آتا ہے:

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی — کہ درین راہِ فلان ابن فلان چیزی نیست

ردیف م

(۵۷)

کم نگاہی ہور تغافل مت کر اے ماہِ تمام
یک ترا کرتا ہے غمزہ کام عاشق کا تمام

خنجرِ بسمل سوں دل کوں نیم بسمل جب کیا
یک نگاہِ لطف سوں کر پختہ اسکا کار خام

سر بسر کاں جہاں کے عاشقاں کوں پوچ ہیں
عشق بازی کے بغیر از کرنکوں تو اور کام

پی شرابِ[1] نام رنداں تا اثر سوں کیف کے
ذکر اللہ اللہ ہووے گر کہے تو رام رام

او سوں توں ہو توں سوا او بھی او سوا بھی توں سوں تھیں
قطبی یہ مشکل ہے نکتہ بوجھ توں ثم الکلام

(۵۸)

احمدِ بے میم ہوں عین بغیر از عرب
عشق سنی یوں کہے شاہِ عرب ہور عجم

گرچہ غنائم بہت خلق میں ہیں اے جواں
صحبت عشاق کوں بوجھ بہت مغتنم

---

[1] پی شرابِ نام رنداں الخ شراب میں ب متحرک باضافت تصرف شاعرانہ۔

اشک کی افواج کوں کر توں مردانِ بے درنگ
لشکرِ غم کے اُپر آہ اٹھائے علم

گرچہ ہے قاصر قلم ہنر کے اشارات میں
عشق کی تفسیر ہے جو کی لگا ہے قلم

قربیؔ بے خویش ہے کیا و کیا بیش ہے
بوج توں نکتہ کا علم ہوے گا جگ میں علم

ردیف ن

(۵۹)

یک[1] رات میں گیا تھا رنداں کے انجمن میں
بولے کہ اے ہوائی یو نکتہ رک تو من میں

وحدت کے ملک میانے نیں غیر کو ٹھکانا
عینِ خدا سمج تو جو ہے اس انجمن میں

کیا ساقی و مغنی کیا جام کیا صراحی
غیرِ خدا انکو کہہ گر ہے شراب دن میں

کیا لالہ کیا بو سوسن کیا نرگس و سمن کیا
ہے اوچہ فی الحقیقت گل ہے اگر چمن میں

---

[1] حضرت قربیؔ کے فرزند اور مرید حضرت ذوقیؔ نے بھی اس غزل سے متاثر ہو کر ایک قصیدہ (دکنی) اپنے والد کی شان میں لکھا ہے۔

یو نکتہ کر یقیں ہیں ہر چیز کو جو دیکھیا
بیگانہ کیں نہ دسیا نیں بن دوست چو کدن میں

بن ذات حق دسیا نیں یک ذات دو جہاں میں
بن اسم حق سنیا نیں یک بول یک دہن میں

غفلت کوں نیں ہے جاگا کاں سوں اچھیگی غفلت
ذاکر تمام عالم ہے معرفت کے فن میں

ہے عشق او خدا کا گر عشق ہے جواں میں
ہے حسن او اسی کا گر حسن ہے تھن میں

اے محرم خدائی یک ذرہ غور کر دیک
نکتے بھرے ہیں نہ کے قربی کے ہر سخن میں

(۶۰)

ذراتِ خلق حق کی تجلی ہے درعیاں
آیا ہے عین میں جو اتھا علم میں نہاں

محبوبِ علم دوست کا آئینہ عین ہے
جو واں ہے تجکوں او دسیگا عیاں نہاں

گرچہ جہاں مراتب تفصیل ہے ولیک
ہر یک ذرہ[1] ہے آئینہ تفصیل میں جہاں

تیرِ[2] مراد بر ہدف اس وقت آوے گا
جب تجھ میں دوست میں رہے قدر دو کماں

دوزخ بھی ہے مقید و مطلق بہشت بھی
اس رمز کا توں پیرِ مکمل سوں پا نشاں

آیا ہے علم سینہ بہ سینہ یہاں تلک
لے کاملاں کے مکھ سوں او سینے میں بیگماں

---

[1] س؛ ذرہ۔ رے مخفف۔ [2] قاب قوسین کی طرف اشارہ ہے۔

ردیف و

(۶۱)

مخدوم[1] کوں سمج توں معنیٰ منے ہے سب او
عینِ رسول ہے او تحقیق عینِ رب او

تج توں خدا او ہی ہے ہور مصطفےٰ وہی ہے
بے میم احمد او ہے بے عین ہے عرب او

او آسماں زمیں او دریا و دُرِ ثمیں او
گل ہور یاسمیں او نخل ہور رطب او

ساقی وہی، وہی جام شیشہ وہی، وہی مئ
مستاں کے دل کے اندر ہے مایۂ طرب او

ہر شے کوں دو جہاں میں دیکھے گا عکس اس کا
کہتا ہے معرفت میں ہر نکتۂ عجب او

چشمِ عیاں میں دستا ہر چیز عین ہر شے
نکتے سوں معرفت کے جب کھولتا ہے سب او

عینِ خدا بھی او ہے غیرِ خدا بھی او ہے
پاوے گا اس رمز[2] سمجیاے تجکوں جب او

وحدت کے علم میں او ہے بایزید ثانی
کہتا ہے عارفاں کوں ہر نکتہ منتخب او

---

[1] یہ اپنے پیر مخدوم ساوی کی منقبت میں ہے۔ [2] رمز کا تلفظ: میم متحرک
[3] س: سوں

یک آن میں بجھاتا ہے سترِ علم عرفاں
افسوس ہے ہزاراں تجکوں نہیں طلب او
ہر چیز کوں سبب سوں ہر شخص پونچتا ہے
اب حق کے پونچنے کوں توں بوج ہے سبب او
خاشاک غیریت کا سب جل گیا ہے قربیؔ
مجھ دل پہ جب اوٹھایا ہے عشق کا لہب او

(۶۲)

رنداں کے انجمن میں ساقی ہوا پیا تو
وحدت کے مے کا بس تو یک جام اگر پیا تو
رشتے کا یک سر رشتہ ہمت میں تیری یہ آئے
خلعت جو ہر ہنر کا تن پر اپس سیا تو
باتاں سوں کچھ نہوے پہچان لے خدا کوں
ہوتا ہے کیا اگر کوئی طاعت سوں جیو دیا تو

ردیف ہ

(۶۳)

عشاق پر ہے بسؔ تیری ایک لطف کی نگاہ
تجھ سنگدل سوں بس ہے یہی لطف گاہ گاہ

لہ نِس بمعنی رات یہاں نامناسب ہے۔ بس ہونا چاہئے۔

ہے آرزوئے دل کہ کرے یک نگاہ توں
عشاق بے نوا کوں یہی بس قبولِ جاہ
اقلیمِ دل کا شاہ توں ہووے تو نیں عجب
ہے ناز ہور کرشمۂ دل کش ترا سپاہ
گر عبد مہر و ماہ لکھیں تجکوں نیں عجب
تجھ مہر کی شعاع کے پرتو ہیں مہر و ماہ
جز ذاتِ حق سوا کوں جہاں میں وجود نیں
کچھ باک نیں ہے بولے انا اللہ ماسواہ
ارواحِ ازدحام کریں جیوں کبوتراں
قربیؔ اگر برہ سوں کروں یک صغیر آہ

(۶۴)

دلبر سوں نام لینا سب نام سوں ہے اولیٰ
اس نام کو رکھیا ہوں دل بیچ اپنے لولا[1]
ہے عشق و حسن مولا ہر عشق و حسن کا جان
عاشق کے دل اُپر یوں کرتا ہے عشق املا
بے رنگ نورِ مولا شیشے ہیں رنگ برنگی
اس رنگ سوں ہے بیرنگ پیلا ہریا و کالا

---

[1] لولا بمعنی لو لگا کر۔

ردیف ی

(۶۳)

انا الحق بولنا رمزِ کہن ہے
سخن بوج اس سخن میں کیا غن ہے

خدا ہے ساقی و جام و صراحی
خدا ہی بوج اگر مئی ہور دن ہے

نہیں ہے غیرِ حق موجود جگ میں
تجلی اس کی سارا انجمن ہے

ظہورِ دوست ہے کیا خار و کیا گل
وہی ہے کیا چمن ہے کیا دمن ہے

اگر گل ہے تو بُج رخسار اس کا
دگر غنچہ اسی کا او دہن ہے

وہی لیلیٰ وہی مجنوں و وامق
وہی عذرا وہی نل اور دمن ہے

اسی کا جلوہ گر ہے حسن ہور عشق
یہی سب عاشقاں کا یک بچن ہے

(۶۶)

بہ تیرا اے نگار بہتر ہے
رخ پو لہو کا نگار[1] بہتر ہے

کیا[2] حقیقی و کیا مجازی ہوے
عشق کا کاروبار بہتر ہے

خرمنِ عقل کے جلانے کوں
عشق کا یک شرار بہتر ہے

دشمنِ بدگہر سے لڑنے کوں
لطفِ حق کا حصار بہتر ہے

سر تسک یار کی جدائی کوں
موت کا انتظار بہتر ہے

---

[1] نگار اصل میں نکھار۔ [2] ولی اورنگ آبادی کے شعر کا تتبع ہے ؎

شغل بہتر ہے عشق بازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی ہے

(۶۷)

یاقوت تیرے لب کا ہے لعلِ بدخشانی
دنداں کے جِلا اوپر الماس ہے قربانی
تجھ مکھ کی ملاحت سوں تجھ لب کی فصاحت سوں
حیرت میں سدا گم ہیں حمد دلبرِ کنعانی
یک نکتہ پرم کا پڑ عشاق کی مجلس سوں
دفتر سے توں ناپائے یو راز ہے پنہانی
نکتے کا سمج تجکوں کچھ علم سوں آوے نا
کہتے ہیں بزرگاں سب یاں علم ہے نادانی
اسرار حقیقت کے دفتر میں سماتے نیں
مرشد کی زباں سوں کر حاصل یو سخندانی

(۶۸)

خجل ہیں مہر و مہ اے مہوش مہرو ترے روبتی
تصدق ہیں لب و دنداں پو تیرے لعل ہور موتی
ترا اے مو کمر موسے کمر باریک ایسا ہے
کہ آتا ہے سخن نِس مدح میں باریک تر موتی

(۶۹)

رندی و عشق کام میرا ہے ورد شرب مدام میرا ہے
جام و مے بوج پڑ تو ساقی عاشقانہ کلام میرا ہے

لے پرتوے ہونا چاہیے۔

طالباں کوں پیام میرا ہے
غیر نیں جگ میں اوچ ہے ظاہر

عزت و احترام میرا ہے
یار کی نہ کی راہ میں خوبی

(۷۰)

خدا[1] ہونا بی مشکل ہے بندہ ہونا بی مشکل ہے
سمجتا ہے یو نکتے کوں جو عارف صاحبِ دل ہے

خدا ہے مصدرِ مطلق بندا بی اس سوں ہے مشتق[2]
جدھر دیکھے[3] ادھر ہے حق و لے پندار حائل ہے

خدا معبود ہے مطلق بندا موجود ہے مطلق
یو دونوں مطلقِ برحق سمج ہر یک کا مشکل ہے

خدا ہے بندہ بندہ ہے خدا چشمِ یقیں سوں دیک
بھی دونوں غیر یکدیگر یہی عرفانِ کامل ہے

بندا ہے اپنی تفصیلات سوں ذاتِ خدا مطلق
صفت ہور فعل و قول اس کا بی مطلق پن کوں شامل ہے

مظاہر اس کے کیوں مطلق پنے سوں ہوونے[4] گے خارج
یو صورت غور سوں تو دیک آئینے میں حاصل ہے

نکاتِ عشق اسرارِ خدا ہیں بیگماں قربی
جنے اسرار کو بوجیا وہی حق سات اصل[5] ہے

---

[1] یہ غزل باقر آگاہ کی تحفۂ احسن میں موجود ہے۔ [2] س: مشتق ہے۔ [3] دیکھو تحفۃ الاحسن،
[4] س: ہونے کے۔ [5] س: داخل۔

(۷۱)

بوجِ اصطلاحِ عشق اگر دل طالبِ تفصیل ہے
عشق کے مقصود پر نازل او سب تنزیل ہے

تفصیل حاصل ہے کتے عرفانِ حق کا عارفاں
تفصیل حاصل ہے جسے او فارغ التحصیل ہے

قالِ صحیح عارفاں مفتاح ہے اسرار کا
اس مرد کی صحبت میں رہ جس میں یو قال و قیل ہے

حالِ مقید عام ہے قالِ صحیح ہے حالِ خاص
حالِ مقید کے اُپر اس قال کوں تفصیل[1] ہے

بوجِ اصطلاحِ عارفاں سب چیز ہے سب چیز میں
ذرے منے خورشید ہے قطرے میں رودِ نیل ہے

رہ وصل کی ہے دو قدم یک عینیت یک غیریت
اس راہ میں سالک کوں نا فرسنگ ہے نا میل ہے

تمثیل دریا موج کے مقصد کو پوچاتے نہیں
تمثیل کامل بوج میں خوش غایت التمثیل ہے

کشفِ مقید میں سمج نیں ہے کمالِ کاملاں
نت قال کے اکمال میں عرفان کوں تکمیل ہے

کشفِ مقید بے سبب عقبیٰ میں حاصل ہوویگا
دنیا میں اس کوں پونچے عاشق کو کیا تعجیل ہے

---

[1] س: تفصیل۔ تفضیل بمعنی فضیلت مناسب ہے۔

دنیا تجے ہے اے جواں موطن حصول علم کا
دنیا میں حاصل کر اسے اجمال یا تفصیل ہے
دلبر ہے تیرے سات ہی[1] ....
مقصود وجہ اللہ کا قربیؔ کوں بے تاویل ہے

(۲۷)

اب شوق ہے کنگر کوں ہم بحر و بر کرینگے
ذرے کو مہر تاباں کر مشتہر کرینگے

وحدت کا ذوق پا کر جس پر نظر کرینگے
اکسیر اسے کرینگے اعظم نہ زر کرینگے

چرخِ بریں کو یاراں پل میں زمیں کرینگے
اندھا اچھے اگر کوئی اس تیز بیں کرینگے

ہر روسیہ کو پل میں روشن جبیں کرینگے
اس بات سوں عزیزاں ہم کیا گذر کرینگے

ظلمت کو یک نگہ سوں نورِ مبیں کرینگے
خاین اچھے اگر کوئی اس کو امیں کرینگے

رب کو بی نبی کوں ذات ربی کرینگے
مجلس میں عاشقاں کے یو نکتہ سر کرینگے

ہر مبتدی کوں لاکر اب منتہی کرینگے
ہر بے خبر کو پل میں حق کی خبر کرینگے

دانش سوں ناروا کوں ہم اب روا کرینگے
میں پن کے ہر مرض کوں لایق دوا کرینگے

مئی قرب کا پلا کر قربیؔ کو حق کرینگے
کہنے کے تئیں انا الحق نت مستحق کرینگے

مستاں میں خدا کے مستِ احق کرینگے
بیہوش پن میں اس کوں باہوش تر کرینگے

مناجات

یا رسول اللہ یا ہادی الورا
تو نجہ ہے شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ

---

[1] س : کرم خوردہ۔

ذرہ ذرہ ہو کو توں ظاہر ہوا — اپنے پیدائی کو توں ساتہ ہوا
حق کیا خورشید وحدت کا تجے — اس سورج کا ایک ذرہ کر مجے
دل کو دے تیرے پرم کی چاشنی — پانوں تیرے ذات سوں نت روشنی
میں بی پیاسا ہوں مجے پانی پلا — چشمۂ وحدت سوں اے بحرِ عطا
حق کوں حق سے دیکھتے حق ہو اچھیں — حق کو مطلق دیک مطلق ہو اچھیں
بندہ قربی آستاں کا خاک ہے — ہے تیرا کیا پاک و کیا ناپاک ہے
کر کرم سوں پاک اس ناپاک کوں — عرش سوں برتر توں کر اس خاک کوں

یا رسول اللہ احوالِ تمام
تجپہ ظاہر ہے کہوں کیا والسلام

مناجاتِ قربی

الٰہی بھکاری ہوں تجہ دار کا (۱) — گھر آیا ترے در پو لے بار کا
محمدؐ کا صدقہ مجے کر عطا — نہ محروم کر مجہ کرم سوں اتا
کریماں منگے بن دلاتے ہیں بھیک — طلب سوں زیادہ لجاتے ہیں بھیک
میں تیرے کرم کے اُپر دھر نظر — محمدؐ کا صدقہ منگیا عرض کر
کرم پر تیرے بھیک لازم کیا — میری بھیک توں بیگ بی کر دیا
نبی کی محبت سوں تن میں رکھیا — میں صدقہ ترے پاس اس کا منگیا
منگیا ہوں میں صدقہ ترے دوست کا — یو منگنے پو میرے ہوا ہے سکا
یہاں میرے اوپر مقرر ہوا — کہ تیرا عطا مجہ میسر ہوا

۱؎ س: پاک و ناپاک۔ ۲؎ س: وار۔

محبت کی شمشیر دے دھات میں سپر معرفت کا دے اس سات میں

بھی سنت کی جمدھر کمر میں لگا

کہ اس دشمناں کو کروں میں فنا

شریعت میں دے استقامت مجے حقیقت منے رکھ سلامت مجے

مرے سر کو کر پاک توں غیر سوں کرم سوں توں کر مسجد اس دیر کوں

جہاں کے تمامی یو ذرات سوں دکھیا مجکوں تیری حقیقت کا موں

تصرف منے کر مجے بے نظیر ترے نور قربت سوں کر مستنیر

ملا جیو کوں مرے ترے نور سوں ملے بوند جوں جا کو سمدور سوں

اول تھا او سمدور کا بوند میں بسر کر رہیا جال میں کود میں

کرم سوں چھڑا مجہ کو اس جال سوں ملا دے او سمدور میں درحال توں

اول کر تو منجکوں فنا خلق سوں بزاں کر ہوا سوں منجہ آزاد توں

بزاں کر ارادے سوں مجکوں فنا کہ تجہ بن نہ رہے منجہ مراد و منا

بڑے حوصلے کا دے کچکول توں کہ تا اس منے لیوں اس بھیک سوں

خوشی سات یو بھیک لے کھاوں میں مزہ دوستاں کو بھی دیکھلاوں میں

کیا تم کوں رحمت جہاں واسطے یو رحمت رہے عاجزاں واسطے

خودی سوں نہایت میں عاجز ہوا تو ای رحمت اس وقت پر کام آ

خدا ہے کریم اور تم ہو کریم

یو دونوں کریماں منے یک یتیم

۱۔ س : سوں۔

شہ دوسرا ہیں تمارا چہ ہوں (۲) بھلا ہور بھرا ہیں تمارا چہ ہوں

کرم تم کریں تا توکاں جاؤں ہیں — بجز در تمارے کدر دھاؤں ہیں

بھکاری اہوں ہیں حق کے درگاہ کا — وسیلا مجے تم سے ہے شاہ کا

تمارے شہ شہ خدا واسطے — خدا سوں کہو اس گدا واسطے

کرم کی نظر اس بھکاری پو کر — دلا بھیک اس کی بہوت جلد تر

یو ہیں بھیک لے شاکراں ہیں اچھوں — تمن دین کے ناصراں ہیں اچھوں

کیا ہیں تمام آپنا مدعا — مرے حق ہیں بھی ایک کرنا دعا

کہ یا رب تو قرتی پو کر یک نظر — دے بھیک اس کے ہور خاتمہ خیر کر

کہ تیرے کہے ہور میرے کیے — اچھے دو جہاں بیچ مرضی انے

دو جگ ہیں نہ دیکھے ترے غیر کوں[1]

....

تمت

---

[1] س: کرم خوردہ۔

کلیات سراج

مرتبۂ عبدالقادر سروری

قد ترا سرو رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا
گلشن دل میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

دھوپ میں غم کی عبث جی کو جلایا افسوس
اُس کے سایہ میں اماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

یار نے ابرو و مژگاں سیں مجھے صید کیا
صاحب تیر و کماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

سب جگت ڈھونڈ پھرا یار نہ پایا لیکن
دل کے گوشہ میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

خاک تیرے قدمِ پاک کی اے نور نگاہ
سرمۂ دیدۂ جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں سمجھتا تھا کہ اس یار کا ہے نام و نشاں
یار بے نام و نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

روزہ داران جدائی کوں خم ابروئے یار
ماہِ عیدِ رمضاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

نگہ شوخ نے، دل ایک کرشمہ میں لیا
کیا ملا سیف زباں تھا مجھے معلوم نہ تھا

شبِ ہجراں کی نہ تھی تاب مجھے مثلِ سراج
رُخ ترا نور فشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

ترے فراق میں اے نور دیدۂ یعقوب
کیا ہے دل کی زلیخا نے صبر جیوں ایوب

ضرور دیدہ حیران سیں مہرِ بادامی[1]
دو پستہ لب کو لکھا چاہئے اگر مکتوب

کیا ہے جب سیں شہِ بے خودی نے فوج کشی
ہوا ہے لشکر صبر و قرار سب مغلوب

نہال قامت گل رو سیں جس نے پایا پھل
ہوا ہے رشتۂ عمرِ دراز سے منسوب

---

[1] انکھیاں سیں کرکے لفافے پہ مہر بادامی
لکھا ہوں دلبر نوخط کو شوق کا مکتوب

جو دل کا آئینہ ہوئے صاف زنگ غفلت سیں | عیاں ہے معنی ہر شے میں صورت محبوب
صنم کی زلفِ پریشاں[1] نے پیچ کھایا ہے | ہمارے حال پریشاں کا دیکھ کر اسلوب

اثر ہے دردِ جگر کا مرے سخن میں سراج
عجب نہیں ہے اگر ہووے یار کو مرغوب

دیگر

شربتِ لطف یار نگل رو آج | دلِ بیمار کوں ہوا ہے علاج
بادشاہِ[2] سریرِ الفت کوں | اس کا نقشِ قدم ہے سر کا تاج
جب سیتی جلوہ گر ہے وہ ظالم | ہر طرف ظلم کا ہوا ہے رواج
تو شہنشاہ ملک خوبی ہے | خوبرو کیوں نہ دیویں تجھ کوں لاج
سرو قامت کو بھر نظر دیکھا | قمریِ دل کا ہے یہی معراج
گرم خوئی[3] تجھے مناسب نہیں | دل[4] مرا بس کہ آتشی ہے مزاج

شمع رو کے جمال[5] کوں ہر شب[6]
دل کی مانوس ہیں کیا ہوں سراج

---

[1] پریشاں پیچ کھایا۔

[2] خسروی ملک عشق کی پایا | نقشِ پا کوں تمری کیا ہے تاج

دو شعر کا اضافہ :۔

پھول کی سیج منیش عقرب ہے | شبِ ہجرت میں اے صنم تجھ باج
شغل تیر افگنی ہے جب سوں اسے | نقشِ دل کوں کیا ہوں میں آماج

[3] سوں مت مل اے جاناں۔ [4] دل ہمارے کوں آتشی ہے مزاج۔ [5] خیال۔ [6] ہرگز۔

دیگر

ہم ہیں مشتاقِ جواب اور تم ہو الفت سیں بعید
نقدِ دل گر تم کوں پہنچا ہے تو بھجوا دو رسید

باغ میں ہم مر گئے محرومِ وصلِ گلبدن
ہیں ہمارے آج پھول اور بلبلوں کے حق میں عید

لشکرِ قلبِ صفِ عشاق میں ہے غلغلہ
مکۂ تازِ آہ کوں کس نے کیا ہے نارسید

حسن کوں ہے نقد ناز اور عشق کوں جنسِ نیاز
پھر عبث شکوہ ہے، یہ سودا ہوا ہے خوش خرید

باغ سے گلچیں چلا، تب بلبلوں نے غل کیا
حضرتِ گل کوں لیا جاتا ہے یہ کافر شہید

رہ نوردانِ جنوں کوں فتح بابِ فیض ہے
آبلوں کے قفل کوں خارِ بیاباں ہے کلید

بت پرستوں کوں ہے ایمانِ حقیقی وصلِ بت
برگِ گل ہے بلبلوں کو جلدِ قرآنِ مجید

نورِ جاں فانوسِ جسمی سیں جدا کب ہے سراجؔ
شعلہ تارِ شمع سیں کہتا ہے من حبل الورید

دیگر

زہر کا گھونٹ ہے یہ شربت خوں نالۂ دل
ہے بلا نوش کا کام، اہل ہوس کو مشکل الخ
ہاتفِ غیب سیں یوں مجکو بشارت ہے سراج
مایلِ یار جو ہے، یار ہے اس کا مایل

دیگر

ہے ترے حسن میں ازبس کہ کمال نظر آتا ہے بدر، مثلِ ہلال
مصحفِ حسن کو دکھا کہ ہوا
تری زلفوں سیں دین میں اشکال